سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد : تیسری

رسالہ نمبر 1

۱۳۳۴ھ

الدقة والتبیان لعلم الرقة والسیلان

(پانی کی) رقّت وسیلان کا واضح بیان (ت)

پیشکش : مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

رسالہ ضمنیہ
الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان ۱۳۳۴ھ
(پانی کی) رقّت وسیلان کا واضح بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اب فقیر بتوفیق الملک القدیر عزجلالہ اسباب ثلثہ پر کلام اور ہر ایک کے متعلق ابحاث مہمہ ذکر کرے۔

زوال طبع اس میں چند ابحاث ہیں:

بحث اوّل معنی طبیعت۔

اقول: طبع آب سے مراد اس کا وہ وصف ہے کہ لازم ذات ومقتضائے ماہیت ہو جس کا ذات سے

تخلف ممتنع ہو وقال السیدان ط و ش طبعه ای وصفه الذی خلق الله تعالٰی علیه [1] (سید طحطاوی اور سید شامی نے فرمایا پانی کی طبیعت یعنی اس کا وہ وصف جس پر اللہ تعالٰی نے پانی کو پیدا کیا ہے۔ت

اقول: (۱) هذا یشمل اللون والطعم والریح ولم یعدها احدمن الطبع (۲) ویلزمه ان لایجوز الوضوء بما انتن اوتغیر لونه اوطعمه بطول المکث مثلا لخروجه اذن عن طبع الماء وهو خلاف اجماع من یعتدبه (۳) وکذا یرده اجماع اصحابنا المذکور فی الی غیر ذلك عـه من الاستحالات۔	میں کہتا ہوں کہ یہ تعریف رنگ، ذائقہ اور بُو پر مشتمل ہے حالانکہ کسی نے ان چیزوں کو پانی کی طبیعت میں شمار نہیں کیا اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ ایسے پانی سے وضو جائز نہ ہو جو بدبودار ہوچکا ہو یا زیادہ دیر پڑے رہنے کی وجہ سے اس کا رنگ اور ذائقہ تبدیل ہوچکا ہو کیونکہ اس وجہ سے وہ پانی اپنی طبیعت سے خارج ہوچکا ہے حالانکہ یہ بات معتبر اجماع کے خلاف ہے اور یوں ہی یہ بات ہمارے اصحاب (احناف) کے اجماع جس کا ذکر بحث ۱۱۶ میں ہوچکا ہے، سے مردود ہے، اس قسم کے بہت سے استحالات لازم آئیں گے۔ (ت)

بحث دوم: طبع آب کی تعیین، عامہ علماء نے اسے رقت (۱) وسیلان سے تفسیر کیا اور یہی صحیح ہے ایضاح و

عـه منها ان لایجوزالوضوء بماء حار ولابارد ولو باثر ریح لانه لم یبق علی وصفه الذی خلق علیه ونقول لایخلواان الماء بدوخلقه حارا اوباردا اومعتدلا وایاما کان لم یجز الوضوء بالباقیین الا ان یقال ان المراد بالوصف الثلثة لاغیر فانها هی المتعارف فیما بینهم عنداطلاق اوصاف الماء ۱۲ منه غفرله۔ (م)

ان محالات میں سے ایک یہ کہ لازم آئے گا کہ گرم یا ٹھنڈا پانی، خواہ ہوا سے سرد ہو، سے وضو جائز نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پانی اپنی اصلی طبیعت سے خارج ہوچکا ہے کیونکہ اس وصف پر باقی نہ رہا جس پر اس کو پیدا کیا گیا تھا یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ پانی کی پیدائش گرم تھی یا سرد تھی یا معتدل تھی جو بھی قرار دی جائے تو دوسری دو صورتوں میں وضو جائز نہ ہو الّا یہ کہ یوں کہا جائے کہ پانی کی طبیعت صرف تین وصف رنگ، بُو اور ذائقہ ہیں اور کوئی وصف گرم، سرد وغیرہ معتبر نہیں ہے کیونکہ پانی کے یہی تین وصف متعارف ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی کے جا وصاف کا جب ذکر ہوتا ہے تو یہی تینوں اوصاف متعارف ہوتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ردالمحتار　باب المیاہ　مصطفی البابی مصر　۱/۱۴۵

بحر و صدرالشریعۃ وشلبیہ ومجمع الانہر وامداد الفتاح وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے **هو الرقة والسيلان**[1] (طبعِ آب رقت وسیلان ہے۔ت) اسی طرح فتح وغیرہ سے مستفاد یہی فروع میں بہت کلمات کا مفاد،

كما يظهر بمراجعة ماتقدم واقتصر القهستاني و عبدالحليم على الرقة وعليه مشى في الغنية عندذكرالضابطة كمامر في وتراه مفادكلام الاكثرين في الفروع اذا تذكرت ماسلف **اقول**: وهو حسن وجيه لماقدمناان الرقة تستلزم السيلان ومنهم من اقتصر على السيلان كالزيلعي والحلية جوالدرر في ذكر الضابطة۔	جیسا کہ گزشتہ بحثوں کے پیش نظر ظاہر ہوتا ہے قہستانی اور عبدالحلیم نے صرف رقت کو پانی کی طبیعت قرار دیا ہے، غنیہ نے بھی ضابطہ کو ذکر کرتے ہوئے اسی کو اپنایا ہے جیسا کہ بحث ۲۸۷ میں گزرا، اور جب گزشتہ ابحاث کو تُو یاد کرے تو تجھے معلوم ہوگا کہ اکثر حضرات کے کلام کا ماحصل یہی ہے۔ **میں کہتا ہوں** کہ یہی خوبصورت وجہ ہے کیونکہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ رقت سیلان کو مستلزم ہے، اور بعض حضرات نے صرف سیلان کو پانی کی طبیعت قرار دیا ہے جیسا کہ زیلعی اور حلیہ نے کہا ہے اور درر نے اس کو ضابطہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)
اقول: يحمل على السيلان المعهود من الماء فيستلزم الرقةيدل عليه قول الغنية طبعه سرعة[2] اه فهذه مسالك تؤل الى شيئ واحد لكن ثمه مايخالفها ففي الدر والدرر طبعه السيلان والارواء والانبات[3] اهومثله في چلپي على صدرالشريعة واقتصرعليه الواني في حاشية الدررمن الاخيرين على الانبات قال نوح افندي ثم السيد الازهري ثم ط ثم ش اقتصر عليه لاستلزمه الارواء دون العكس فان	**میں کہتا ہوں** کہ اس قول کو پانی کے معینہ سیلان پر محمول کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ سیلان رقّت کو مستلزم ہے اس پر غنیہ کا یہ قول دلالت کرتا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ پانی کی طبیعت جلد بہنا ہے اھ یہ تمام مسالک ایک ہی چیز کی طرف راجع ہیں مگر یہاں ان کے مخالف بھی قول ہے جیسا کہ دُر اور دُرر میں ہے کہ پانی کی طبیعت سیلان، سیرابی، اور اگانا ہے۔اور صدرالشریعۃ کے حاشیہ پر چلپی میں بھی اسی طرح ہے اور دُرر کے حاشیہ میں الوانی نے صرف انبات (اگانے) کو ہی لیا ہے، نوح آفندی پھر سید ازہری اور پھر طحطاوی

[1] شلبیہ علی التبیین کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۹
[2] غنیۃ المستملی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص۹۰
[3] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

الاشربة تروی ولاتنبت [5] اھ وفی الجوھرة طبعه الرقة والسیلان وت سكـن العطش [6] اھ وفی خزانة المفتین عن الاختیار شرح المختار طبع الماء كونه سیالا مرطبا مسكنا للعطش [7] اھ وفی مراقی الفلاح طبعه ھو الرقة والسیلان والار واء والانبات [8] اھ قال السید ط فی حاشیته الرقة والسیلان اقتصر علیھما فی الشرح عـه وھو الظاھر لان الاخیرین لایكونان	اور شامی نے کہا ہے کہ الوانی نے اس لئے صرف انبات کو لیا ہے اور سیرابی کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ انبات کو سیرابی لازم ہے اور سیرابی کو انبات لازم نہیں ہے کیونکہ شربت سیراب تو کرتے ہیں لیکن انبات نہیں کرتے اھ اور جوہرہ میں ہے کہ پانی کی طبیعت رقّت، سیلان اور پیاس بجھانا ہے اھ اور خزانۃ المفتین میں الاختیار شرح المختار سے منقول ہے کہ پانی کی طبیعت سیال تَر کرنا اور پیاس بجھانا ہے اھ اور مراقی الفلاح میں ہے

عـه **اقول:** (۱) ومن العجب اقتصار البنایة علی الارواء اذقال طبع الماء كونه مرویا لانه یقطع العطش قال وقیل قوة نفوذه [9] اھ

اقول: ھذا ھو قضیة رقته وسیلانه (۲) فالعجب تزییف ھذا واختیار طبع لاتعلق له بماھنا قال وقیل كونه غیر متلون [10] اھ

اقول: ھذا خلاف المشھود والمشھور (۳) ودوار فی الكتب ذكر لون الماء (۴) وقد جاء

اقول: تعجب ہے کہ بنایہ نے صرف سیرابی پر اکتفا کیا ہے جہاں انہوں نے کہا ہے کہ پانی کی طبیعت سیراب کرنا ہے کیونکہ اس سے پیاس بجھتی ہے اور انہوں نے کہا کہ بعض نے پانی کو قوتِ سرایت کو کہا ہے اھ

میں کہتا ہوں کہ یہ تو پانی کی رقت اور سیلان کا معاملہ ہے، اس کو کمزور بنانا اور ایسی چیز کو طبیعت بتانا جس کا یہاں کوئی تعلق نہیں ہے تعجب انگیز بات ہے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض نے پانی کی طبیعت غیر متلون (بے رنگ) ہونا بتایا ہے اھ

میں کہتا ہوں کہ یہ بات مشاہدہ اور شہرت دونوں کے خلاف ہے اور کتب میں پانی کے رنگ کا بار بار ذکر ہے (باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[5] ردالمحتار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۱۴۵

[6] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الطہارۃ امدادیہ ملتان ۱/۱۴

[7] اختیار شرح مختار یجوز الطہارۃ فی الماء مصطفی البابی مصر ۱/۱۴

[8] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ الامیریہ مصر ص ۱۵

[9] البنایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/۱۸۸

[10] البنایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/۱۸۸

فی ماء البحر الملح [11] اھ وبه تُعقب علی الدرر فاجاب الوانی ثم السادة ابو سعود و ط و ش ان فی طبعه انباتاالا ان عدم انباته لعارض کالماء الحار [12] اھ ورده الخادمی بان ماء البحر م یزل عن طبعه بعارض کالماء الحار بل عند تخلیته علی	کہ پانی کی طبیعت رقت، سیلان، سیراب کرنا اور اگانا ہے اھ۔ سید طحطاوی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا کہ انہوں نے شرح میں صرف رقّت اور سیلان کو ہی ذکر کیا ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے اس لئے کہ آخری دونوں یعنی سیراب کرنا اور انبات (اگانا) سمندر کے نمکین پانی میں نہیں پائے جاتے اھ کیونکہ آخری دو وصف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی مرسل صحیح رواہ الامام الطحاوی عن راشد ابن سعد عن سید المرسلین صلی الله علیه وسلم الماء لاینجسه شیئ الا ماغلب علی ریحه اوطعمه اولونه [13] وهو فی ابن ماجة موصولا من حدیث راشد بن سعد عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان الماء طهور ولا ینجسه الا ماغلب علی ریحه وطعمه ولونه [14] والاخراج علی طبعه ان لایبقی له اثر الغلیان [15] اھ کذا وهو فی نسخة سقیمة جدا ولعله مایقبل ای طبعه ان یرتفع وینخفض عندالاغلاء **اقول:** وهو ایضاً من اثر الرقة والسیلان والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله۔ (م)

امام طحاوی نے صحیح مرسل کے طور پر راشد بن سعد سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پانی کو ناپاک کرنے والی کوئی چیز نہیں ماسوائے اس کے جو اس کے ذائقہ، بُو اور رنگ پر غالب ہو جائے اور یہ حدیث ابن ماجہ میں موصولاً راشد بن سعد نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پانی پاک کرتا ہے اس کو ناپاک کرنے والی صرف یہی صورت ہے کہ جب کوئی چیز اس کی بُو، ذائقہ اور رنگ پر غلبہ پالے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ بعض نے کہا کہ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ اس میں اُبلانے کی صلاحیت باقی ہو اور اس کو طبیعت سے خارج کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس میں ابلانے کا اثر باقی نہ رہے اھ کمزور ترین نسخے میں ایسے ہی ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ اُبالنے میں وہ بلاند و پست ہو سکے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی رقت و سیلان کا اثر ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[11] طحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الطہارت نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۵

[12] ردالمحتار باب المیاہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۴۵

[13] شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ ۱/۱۹

[14] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ص ۴۰

[15] البنایۃ ۱/۱۸۸

طبعه شأنه عدم الانبات[16] اھ

اقول: وهذا وجيه فان الاصل عدم العارض وان كان لايتم الاستدلال عليه بقوله عزوجل وهو الذى مرج البحرين هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج وجعل بينهما برزخا وحجرا محجورا[17]، فان المرج هوالخلط والارسال ولايلزم ان يكون فى بدء خلقهما بل بعد تغير احدهما بعارض والله تعالٰى اعلم فلوا كتفى الخادمى بهذا كان رداعلى دعوى ان الثلثة من طبع الماء لكنه اراد قبله النقض على قاعدة المتن فى منع الوضوء فانعكس عليه الامر اذردد فبددفقال ان اريد المجموع من حيث هو مجموع فيرد بماء البحر اذليس فيه ارواء وانبات وان اريد واحد منها فبنحوماء البطيخ اذفيه ارواء ولم يجز به الوضوء[18]اھ

سمندری پانی میں نہیں ہوتے اھ

اور اس سے درر پر تعقیب کی گئی ہے، تو اس کا جواب الوانی، ابو السعود، ط اور ش نے یہ دیا کہ اس کی طبیعت میں انبات ہے مگر اس کا عدمِ انبات کسی عارض کی وجہ سے ہے، جیسے گرم پانی میں ہوتا ہے اھ اور اس کو خادمی نے رد کیا کہ گرم پانی کی طرح سمندری پانی اپنی طبیعت سے زائل نہیں ہوا ہے کسی عارض کی وجہ سے، بلاکہ اگر اس کو اس کی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تب بھی اس میں عدمِ انبات ہے اھ (ت)

میں کہتا ہوں یہ بات مدلل ہے کہ اصل عارض کا نہ ہونا ہے اگرچہ اس پر استدلال اللہ تعالٰی کے قول

........ا.یٍن.ا....ا........جٌ..

.... سے تام نہیں ہوتا، کیونکہ مرج کے معنی ملانے اور چھوڑنے کے ہیں، اور یہ لازم نہیں کہ یہ صورت ان کی ابتداء تخلیق میں ہو، بلاکہ ان میں سے کسی ایک کو عارض کی وجہ سے متغیر ہونے کے باعث ہو واللہ تعالٰی اعلم، تو اگر خادمی اسی پر اکتفا کر لیتے تو یہ اس دعوٰی کا رد ہو جاتا کہ یہ تینوں چیزیں پانی کی طبیعت ہیں، لیکن انہوں نے اس سے قبل نقض کا ارادہ کیا وضو کے ناجائز ہونے کے بارہ میں متن کے قاعدہ پر، لیکن معاملہ اُلٹ ہو گیا، اس لئے کہ انہوں نے تردید کی اور تفریق کی، پس فرمایا اگر تینوں کا من حیث المجموع کا ارادہ کیا جائے تو اس کا رد سمندری پانی سے کیا جائے گا، کہ اس میں نہ اگانا ہے اور نہ زرخیزی،

[16] درر شرح غرر للخادمی کتاب الطہارت مکتبہ عثمانیہ مصر ۲۱/۱
[17] القرآن ۲۵/۵۳
[18] درر شرح غرر للخادمی کتاب الطہارۃ مکتبہ عثمانیہ مصر ۲۱/۱

اقول: (۱) انما قاعدۃ المتن ماتقدم نقله من قوله لابماء زال طبعه الخ فان اريد المجموع لم يرد ماء البحر اذلم يزل منه الكل لبقاء السيلان وان اريد واحد منهالم يرد ماء البطيخ لانه قدزال منه الانبات هذا ان اريد به ماخالطه ولو اراد مايستخرج منه خرج رأسا بقوله ماء فكان عليه ان يعكس فيقول ان اريد الكل يرد ماء البطيخ لبقاء اثنين السيلان والارواء وان اريد واحد منها يرد ماء البحر لزوال اثنين الانبات والارواء نعم لوكانت عبارۃ المتن يجوز بماء بقى على طبعه كان النقض كماذكر۔

فان قلت لم لايقال انه صرف الكلام من المنطوق الى المفهوم ولاشك ان المفهوم منه هو هذا اى الجواز بما بقى على طبعه۔

اقول: ليس هذا مفهومه بل مفهومه الجواز بمالم يزل طبعه فيبقى التعكيس كما كان لانه اذا اريد بالطبع المجموع

(حالانکہ اس سے وضو جائز ہے) اور اگر ان میں سے ایک کا ارادہ کیا جائے تو تربوز کے پانی وغیرہ سے رد ہوگا کہ اس میں سیراب کرنا ہے لیکن اس سے وضو جائز نہیں اھ (ت)

میں کہتا ہوں متن کا قاعدہ وہ ہے جو منقول ہوا، ان کے قول لابماء زال طبعہ الخ میں، اور اگر مجموع کا ارادہ کیا جائے تو سمندری پانی سے اعتراض نہ ہوگا کہ اس کے تمام اوصاف زائل نہیں ہوئے ہیں کیونکہ اس میں سیلان باقی ہے، اور اگر ان میں سے ایک کا ارادہ کیا جائے تو تربوز کے پانی سے اعتراض نہ ہوگا کیونکہ اس میں ایک وصف انبات زائل ہوا ہے یہ تقریر اس صورت میں کہ جب تربوز کا مخلوط مادہ مراد لیا جائے اور اگر اس سے خارج کیا ہوا پانی مراد لیا جائے تو پھر تقریر اس کے برعکس ہوگی اور یوں کہا جائے گا کہ اگر تینوں امور کا مجموعہ مراد ہو تو پھر تربوز کے پانی سے اعتراض وارد ہوگا کیونکہ اس سے تینوں کا زوال نہیں ہے بلاکہ اس میں سیلان اور سیرابی باقی ہے اور اگر تینوں میں سے کسی ایک کو طبیعت قرار دیا جائے تو سمندری پانی سے اعتراض ہوگا کہ اس کے دو وصف زائل ہوئے ہیں، اگانا اور سیراب کرنا، ہاں اگر متن کی عبارت یوں ہوتی کہ وضو جائز ہے اس پانی سے جو اپنی طبیعت پر باقی ہو تو نقض وہ ہوتا جو ذکر کیا۔ (ت)

اگر یہ کہا جائے کہ یہ کیوں نہیں کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کلام کو منطوق سے مفہوم کی طرف پھیر دیا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس کا مفہوم یہی ہے، یعنی جو پانی اپنی طبیعت پر باقی ہو اس سے وضو جائز ہے۔ (ت)

میں کہتا ہوں یہ اس کا مفہوم نہیں، بلاکہ اس کا مفہوم اس پانی سے وضو کا جواز ہے جس کی طبیعت ختم نہ ہوئے ہو، تو تعکیس ایسی ہی رہے گی، کیونکہ جب

کان المعنی یجوز بمالم یزل عنه الکل فلا یردماء البحر لبقاء السیلان فیه واذا ارید واحد کان المعنی یجوز بمالم یزل عنه شیئ اصلا فلایرد ماء البطیخ لزوال الانبات بخلاف قولك یجوز بمابقی علی طبعه فانه لوارید الکل کان الجواز منوطا ببقاء الکل فیرد ماء البحر اوالبعض فماء البطیخ ھذا وقال العلامة البرجندی المراد طبع جنس الماء وھو الرقة والسیلان کذا قیل وفی الخزانة طبع الماء کونه سیالا مرطبا مسکنا للعطش ولایخفی ان ماء بعض من الفواکه کذلك فلو اختلط بالماء وغلبه ینبغی ان یجوز التوضی منه ولیس کذلك[19]

طبیعت سے مجموعہ کا ارادہ کیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے وضو جائز ہے اس پانی سے جس سے کل زائل نہ ہوں، تو سمندری پانی سے اس پر اعتراض وارد نہ ہوگا کیونکہ اس میں سیلان کا وصف باقی ہے اور جب ایک کا ارادہ کیا جائے تو معنی یہ ہوں گی وضو جائز ہے اُس پانی سے جس سے کچھ زائل نہ ہوا ہو، تو بطیخ کے پانی سے اعتراض وارد نہ ہوگا کہ اس سے ایک انبات کا وصف زائل ہے بخلاف آپ کے اس قول کے "وضو جائز ہے اس پانی سے جو اپنی طبیعت پر باقی ہو" کیونکہ اگر کل کا ارادہ کیا جائے تو جواز کا دارومدار کل کے باقی رہنے پر ہوگا تو سمندری پانی پر اعتراض وارد ہوگا اگر بعض کا ارادہ کیا جائے تو بطیخ کے پانی سے اعتراض ہوگا۔ اس کو یاد رکھو۔ علامہ برجندی نے فرمایا مراد جنس پانی کی طبیعت ہے اور وہ رقت وسیلان ہے، اسی طرح کہا گیا ہے، اور خزانہ میں ہے پانی کی طبیعت اس کا سیال ہونا، تر کرنے والا ہونا، پیاس کے لئے تسکین بخش ہونا ہے اور مخفی نہ رہے کہ بعض پھلوں کا پانی ایسا ہی ہوتا ہے تو اگر وہ پانی میں مل جائے اور غالب ہو جائے تو چاہئے کہ اُس سے وضو جائز ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے اھ (ت)

اقول: ان خص الایرادبعبارة الخزانة کماھوظاھرسیاقه فلاوجه له لوروده علی الاول ایضاسواء بسواء فان ماء بعض الفواکه لایسلبه الرقة ایضاکمالایسلبه الارواء وان عممھا فلاوجه له فان اعتبار الرقة مجمع علیه وقد مشی ھوایضاعلیه فی ضابطته

میں کہتا ہوں اگر اعتراض بطور خاص خزانہ کی عبارت پر ہے جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہ اول پر بھی برابر سے وارد ہے کیونکہ بعض پھلوں کے پانی سے رقت سلب نہیں ہوتی جیسے اس سے سیرابی سلب نہیں ہوتی اور اگر وہ دونوں کو عام ہے تو اِس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ رقت کا اعتبار اجماعی ہے اور وہ بھی اپنے ضابطہ میں اسی پر

[19] شرح النقایۃ للبرجندی ابحاث الماء نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

التی وضعھا کما سیأتی فی الفصل الاٰتی ان شاء اللہ تعالٰی فاذن کان ینبغی الاخذ علی المتن فانہ لم یستثن فی خلط الطاھر الاماا خرج الماء عن طبعہ اوغیرہ طبخا ولیس فی خلط ھذاالماء شیئ من ذلك فان ارادالرد علی المتن فلا وجہ لہ فانہ قال وان اختلط بہ طاھر والعرف قاض انہ لایقال الا اذاکان الماء اکثر (ا)لان الخلط لایضاف الا الی المغلوب ففی مزج الماء والحلیب ان کان اللبن اکثر یقال لبن فیہ ماء اوالماء فماء خالطہ لبن وقدنبہ علیہ فی مجمع الانھر اذقال الخل مثلا اذا اختلط بالماء والماء مغلوب یقال خل مخلوط بالماء لاماء مخلوط بالخل [20]اھ فلایشمل ماذاغلب علی الماء ماء الفاکھۃ وبالجملۃ لااری لھذا الایراد محلا ومحملا واللہ تعالٰی اعلم۔

ثم اقول: الذی یظھرلی ان الزائدین علی الرقۃ والسیلان انماارادوا بیان طبع الماء فی نفسہ لاطبع لولاہ لم یجز الوضوء کیف وھم قاطبۃ اذااتوا علی الفروع لایبنون

چلے ہیں جیسا کہ اِن شاء اللہ تعالٰی آیندہ فصل میں آئے گا، تو اس صورت میں متن پر اعتراض کرنا چاہئے تھا، کیونکہ انہوں نے پاک کے ملنے میں صرف اُس کا وضو کے جواز سے استثناء کیا ہے جو پانی کو اس کی طبیعت سے خارج کردے، یا پکنے کی وجہ سے اس کو تبدیل کردے اور اِس پھل کے پانی کی ملاوٹ میں اُن میں سے کوئی چیز نہیں ہے، تو اگر متن پر رد کا ارادہ کیا ہے تو اِس کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے "اور اگر اس کے ساتھ کوئی طاہر چیز مل جائے" اور عرف فیصلہ کرنے والا ہے کہ یہ بات اُسی وقت کہی جائے گی جبکہ پانی زائد ہو کیونکہ خلط مغلوب ہی کی طرف مضاف ہوتی ہے، تو پانی اور دودھ کے ملانے میں اگر دودھ زائد ہو تو کہا جاتا ہے یہ دودھ ہے جس میں پانی ہے، یا پانی زائد ہے تو کہا جائے گا یہ پانی ہے جس میں دودھ ملا ہوا ہے، اس پر مجمع الانہر میں تنبیہ کی ہے اور فرمایا کہ مثلاً سرکہ جب پانی میں مل جائے اور پانی مغلوب ہو تو کہا جاتا ہے سرکہ میں پانی مخلوط ہے یہ نہیں کہتے کہ پانی میں سرکہ ملا ہوا ہے اھ، تو یہ اس صورت کو شامل نہیں جبکہ پھلوں کے پانی پر پانی کا غلبہ ہو جائے، اور خلاصہ یہ کہ میں اس اعتراض کا نہ محل پاتا ہوں اور نہ محمل، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں کہ جو لوگ پانی کی طبیعت میں رقت اور سیلان پر دو چیزوں کی زیادتی کا قول کرتے ہیں وہ فی نفسہٖ پانی کی طبیعت کا ارادہ کرتے ہیں نہ کہ اُس طبیعت کا کہ اگر وہ نہ ہو تو وضو جائز نہ ہو، اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب وہ فروع کے

[20] مجمع الانہر تجوز الطہارۃ بالماء المطلق مطبع عامرہ مصر ۲۸/۱

الا مرالا علی الرقۃ والسیلان ولن تری احدا منھم یقول ان لم ینبت اویرو لم یجزبہ الوضوء فانجلی الامروا نقشع السترو للہ الحمد۔	بیان پر آتے ہیں تو معاملہ کو رقت وسیلان پر ہی مبنی کرتے ہیں، اور ان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ اگر پانی میں اگانی اور سیراب کرنے کی صلاحیت ختم ہوجائے تو اس سے وضو جائز نہ ہوگا، اس سے معاملہ صاف ہوگیا وللہ الحمد (ت)

بحث سوم معنی رقّت وسیلان کی تحقیق اور اُن کا فرق۔

| قال العلامۃ الشرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی فی نورالایضاح وشرحہ مراقی الفلاح (الغلبۃ فی الجامد باخراج الماء عن رقتہ) فلاینعصرعن الثوب (وسیلانہ)فلا یسیل علی الاعضاء سیلان الماء [21]اھ
اقول: اولا (۱)لایخفی علیك ان الانعصارمن الثوب اخص تحققامن السیلان فلاینعصر الا مایسیل ولایجب انعصار کل سائل کالدھن والزیت والسمن واللبن والعسل کل ذلك یسیل لانھا من المائعات وما المیع الا السیلان اواخص قال فی القاموس ماع الشیئ یمیع جری علی وجہ الارض منبسطا فی ھینۃ [22] قال فی تاج العروس کالماء | علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی نے نورالایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں کہا (جامد میں غلبہ کا تحقق پانی کو اُس کی رقّت سے خارج کرنے پر ہے) پس وہ کپڑے میں سے نچوڑا نہ جاسکے گا (اور اس کا سیلان) سے اخراج یہ کہ وہ اعضاء پر پانی کی طرح بہہ نہ سکے گا اھ (ت)
میں اوّلًا کہتا ہوں کہ سیلان کی نسبت کپڑے سے نچوڑا جانا تحقق کے اعتبار سے اخص ہے تو وہی نچوڑا جاسکتا ہے جو بہتا ہو، اور ہر بہنے والی چیز کا نچوڑا جانا لازم نہیں، جیسے تیل، گھی، دودھ اور شہد، یہ سب بہنی والی چیزیں ہیں کیونکہ یہ مائع ہیں اور مائع کا مطلب ہی بہنی والی چیز ہے یا مائع سیلان سے اخص ہے، قاموس میں ہے ماع الشیئ یمیع زمین پر کسی چیز کا پھیل کر بہنا۔ تاج العروس میں ہے جیسے پانی اور خون۔ اور قاموس میں ہے سال یسیل |

[21] مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ص ۱۵

[22] قاموس المحیط فصل المیم والنون، باب العین مصطفٰی البابی مصر ۸۹/۳

والدم[23] سیلا وسیلانا جری[24] اھ ولیس شیئ منھا ینعصر (۱) ولذا لم یجز تطھیر النجاسۃ الحقیقیۃ بھا قال فی الھدایۃ یجوز تطھیرھا بالماء وبکل مائع طاھر یمکن ازالتھابہ کالخل وماء الورد ونحوہ مما اذا عصر انعصر[25] قال المحقق فی الفتح قولہ اذا عصر انعصر یخرج الدھن والزیت واللبن والسمن (۲) بخلاف الخل وماء الباقلاء الذی لم یثخن[26] اھ وفی المنیۃ ان غسل بالعسل اوالسمن اوالدھن لایجوز لانھا لاتنعصر بالعصر[27] قال فی الحلیۃ لان لھذہ الاشیاء لصوقا بالمحل وایضا فی العسل من غلظ القوام مایمنع من المد اخلۃ فی الثوب[28] اھ وفی مراقی الفلاح لاتطھر بدھن لعدم خروجہ بنفسہ[29] قال ط فی حاشیتہ ای فکیف یخرج النجاسۃ[30] وقد تقدم فی	سیلا وسیلانا، جاری ہوا اھ اور ان میں سے کسی چیز کو نچوڑا نہیں جاتا ہے اور اسی لئے نجاست حقیقیہ کو اِن سے پاک کرنا جائز نہیں۔ ہدایہ میں فرمایا اس کا پاک کرنا پانی اور ہر مائع سے جائز ہے جو خود پاک ہو، اور نجاست کا اُس سے زائل کرنا بھی ممکن ہو، جیسے سرکہ گلاب کا پانی وغیرہ، یعنی وہ چیزیں جو نچوڑے جانے سے نچوڑی جاسکیں، محقق نے فتح میں فرمایا "ان کا قول جب نچوڑا جائے تو نچڑ جائے، سے تیل، روغن زیتون، دُودھ اور گھی خارج ہوجاتے ہیں بخلاف سرکہ اور باقلاء کے پانی کے جو گاڑھا نہ ہو اھ اور منیہ میں ہے کہ اگر شہد سے دھویا جائے یا گھی سے یا تیل سے تو جائز نہیں، کیونکہ یہ نچوڑے جانے سے نہیں نچڑتے ہیں، حلیہ میں فرمایا اس لئے کہ یہ چیزیں اپنے محل سے چپکی ہوئی ہوتی ہیں اور شہد کی قوام کی سختی اس کو کپڑے میں داخل ہونے سے منع کرتی ہے اھ اور مراقی الفلاح میں ہے تیل سے پاک نہ ہوگا کیونکہ وہ خود نہیں نکلتا ہے "ط" نے

[23] تاج العروس فصل المیم من باب العین مطبوعہ احیاء التراث العربی مصر ۵۱۶/۵
[24] قاموس المحیط فصل السین والشین واللام مصطفی البابی مصر ۴۱۰/۴
[25] ہدایۃ باب الانجاس وتطہیرہا مکتبہ عربیہ کراچی ۵۴/۱
[26] فتح القدیر باب الانجاس وتطہیرہا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۷۰/۱
[27] منیۃ المصلی فصل فی المیاہ مکتبہ عزیزیہ کشمیری بازار لاہور ص ۱۸
[28] حلیۃ
[29] مراقی الفلاح باب الانجاس والطہارۃ مطبعۃ ازہریہ مصر ص ۹۳
[30] طحطاوی علی مراقی الفلاح باب الانجاس والطہارۃ مطبعۃ ازہریہ مصر ص ۹۳

ان هذا یوهم بقاء الاطلاق مع انتفاء الرقة اذالم یسلب السیلان ولیس کذلک۔	اس کے حاشیہ میں فرمایا تو نجاست کیسے نکالے گا۔ اور ۲۸۶ میں گزرا کہ یہ پانی کے اطلاق کو باقی رہنے کا وہم پیدا کرتا ہے جبکہ رقت منتفی ہو اور سیلان باقی ہو حالانکہ ایسا نہیں۔(ت)
فان قلت انه رحمه الله تعالٰی تدارکه فی الشرح بتقیید السیلان بسیلان کالماء وظاهر ان المراد به الماء الصافی الذی لم یخالطه شیئ ولم یتغیرعن صفته الاصلیة ولا تسیل تلك المائعات مثله لکونه ارق اماالذی یسیل کسیلانه فلابد ان ینعصرکانعصاره فان کان کل منعصر یسیل کالماء تساوی الرقة وهذاالسیلان والا کانت الرقة اعم وعلی کل لایلزم المحذورفانه کلماانتفت انتفی،غایته ان یبقی ذکر السیلان مستدرکاعلی تقدیر خصوصه اما علی التساوی فلاغروفی جمع المتساویین تاکیدا۔اقول فیه [عــه] نظر بالنسبة الی بعض	اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے شرح میں اس کا تدارک اس طرح کیا ہے کہ سیلان کو مقید کیا ہے اُس سیلان سے جو پانی کی طرح ہو اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد صاف پانی ہے جس میں کوئی چیز ملی نہ ہو اور وہ اپنی اصلی صفت سے متغیر نہ ہوا ہو اور یہ مائعات اس کی طرح نہیں بہتے کیونکہ پانی زیادہ پتلا ہے، بہر حال وہ چیز جو پانی کی طرح بہے تو ضروری ہے کہ وہ پانی کی طرح نُچڑے تو اگر ہر نچڑنے والی چیز پانی کی طرح بہتی ہو تو رقت اور یہ سیلان مساوی ہوجائیں گی ورنہ تو رقت اعم ہوگی اور ہر صورت میں کوئی محذور لازم نہ آئے گا، کیونکہ جب رقت منتفی ہوگی تو سیلان منتفی ہوگا، نتیجہ یہ کہ سیلان کا ذکر مستدرک ہوگا، بر تقدیر اُس کے خاص ہونے کے اور تساوی کی شکل میں تو متساویین کے جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں تاکیدا۔(ت) میں کہتا ہوں دودھ کے بعض اقسام کے اعتبار

[عــه] **فان قلت** الیس هذا عین ماقدمت انفا فی البحث الاول فی تبیین کلام التبیین وغیره اواقتصروا علی السیلان فقلت یحمل علی السیلان المعهود من الماء فیستلزم الرقة **اقول:** نعم شتان ماهما فالسیل کمسیل الماء یستلزم الرقة بالمعنی الذی حققت لا الانعصار کالالبان ۱۲ منه غفرله (م)

اگر آپ اعتراض کریں کہ کیا یہ بیان آپ کے اس بیان کے عین مطابق نہیں ہے جو ابھی آپ نے تبیین وغیرہ کے کلام کی وضاحت کرتے ہوئے پہلی بحث میں فرمایا کہ "انہوں نے صرف سیلان کو کافی قرار دیا ہے" اس کے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ اس سیلان کو پانی والے سیلان پر محمول کیا جائے گا جس کو رقت لازم ہے۔ میں کہتا ہوں دونوں مختلف ہیں، سیلاب کے پانی کی رقت میں نچڑنے کی وہ صلاحیت نہیں جو خالص پانی کی رقت میں ہے سیلاب کے پانی کی رقت دودھ کی رقت جیسی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

الالبان بل لبن المعزربمایکون ارق من بعض المیاہ وعلی التسلیم لانسلم ان کل ماسال کالماء ینعصر لجواز ان یکون فیہ مایمنعہ من الانعصار دون السیل کالدسم فان کان کل منعصر سائلا مثلا عادت الرقۃ اخص مطلقًا والا فمن وجہ وعلی کل عاد المحذور۔	سے اس میں اعتراض ہے، بلالکہ بکری کا دودھ بعض پانیوں کے اعتبار سے زائد رقیق ہوتا ہے اگر مان بھی لیا جائے تو ہم یہ نہیں مانتے کہ ہر وہ چیز جو پانی کی طرح بہتی ہو وہ نچڑتی بھی ہو کیونکہ یہ جائز ہے کہ اس میں کوئی ایسی چیز ہو جو اس کے نچڑنے سے مانع ہو نہ کہ بہنے سے جیسے چکناہٹ، تو اگر ہر نچڑنے والی چیز اس کی طرح بہنے والی ہو تو رقت اخص مطلق ہو جائے گی ورنہ من وجہ ہو گی اور بہر صورت محذور لوٹ آئے گا۔
وثانیا: (۱)افاد رحمہ اللہ تعالٰی ان کل مالاینعصر لیس برقیق فعکسہ کل رقیق ینعصر * وفیہ نظر لایستتر * فان الدھن رقیق ولاینعصر * والامر فی اللبن اظھر امارقۃ الدھن فلما صرحوا ان المعتبر فی المقدارالمانع من (۲) النجاسۃ الغلیظۃ وزن الدرھم فی الشیئ الغلیظ ومساحتہ فی الرقیق کتب المذھب طافحۃ بذلك وفی البحر وفق الھندوانی بان روایۃ المساحۃ فی الرقیق والوزن فی الثخین واختار ھذا التوفیق کثیرمن المشائخ وفی البدائع ھوالمختارعندمشائخ ماوراء النھروصححہ الزیلعی وصاحب المجتبی واقرہ فی فتح القدیر [31]اھ وفی الغنیۃ قال الفقیہ ابو جعفر یقدر	اور **ثانیا** علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو نچڑتی نہیں وہ رقیق نہیں ہے، تو اس کا عکس یہ ہوگا کہ ہر رقیق چیز نچڑتی ہے، اور اس میں ظاہری نظر ہے کہ تیل رقیق ہے مگر نچڑتا نہیں اور دودھ کا معاملہ زیادہ ظاہر ہے اور تیل کی رقت تو جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ معتبر وہ مقدار جو نجاست غلیظہ کے مانع ہے، گاڑھی چیز میں ایک درہم کا وزن ہے، اور رقیق میں ایک درہم کی پیائش معتبر ہے، کُتب مذہب اِس سے پُر ہیں اور بحر اور ہندوانی میں ہے کہ مساحت کی روایت رقیق میں اور گاڑھی میں وزن کی ہے، اور اس توفیق کو بہت سے مشائخ نے پسند کیا ہے اور بدائع میں ہے کہ ماوراء النہر کے مشائخ کے نزدیک یہی مختار ہے اور اس کو زیلعی اور صاحبِ مجتبٰی نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کو فتح القدیر میں برقرار رکھا ہے اھ اور غنیہ میں ہے فقیہ ابو جعفر نے کہا ہے جو نجاستیں جسم والی ہیں ان میں وزن سے اندازہ

[31] بحرالرائق باب الانجاس سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۸

بالوزن فی المستجسدۃ ذات الجرم وبالبسط فی الرقیقۃ کالدم المائع ووافقه علی ذلك من بعدہ وقالواھو الصحیح[32] اھ ثم (۱)اختلفوا فی دھن متنجس اصاب الثوب اقل من درھم ثم انبسط فزاد قال الاکثرون یمنع الصلاۃ لانه الاٰن اکثر قال فی المنیۃ به یؤخذ وقال جمع انما العبرۃ بوقت الاصابۃ المسألۃ دوارۃ[33] فی الکتب کالفتح والبحر والدر وغیرہا وھوصریح دلیل علی ان الدھن من الرقیق والالم یتصورالاختلاف لان البسط لایزیدہ وزنا وقال فی الغنیۃ اصابه دھن نجس اقل من قدرالدرھم ثم انبسط یمنع الصلاۃ لان مساحۃ النجاسۃ وقت الصلوۃ اکثرمن قدرالدرھم وتحقیقه ان المعتبر فی المقدارمن النجاسۃ الرقیقۃ لیس جوھر النجاسۃ بل جوھر المتنجس عکس الکثیفۃ[34] اھ فثبت ان من الرقیق مالاینعصر۔	لگایا جائے گا، اور رقیق میں پھیلاؤ کا اعتبار کیا جائے گا، جیسے مائع خون اور ان کی موافقت کی ان کے بعد والوں نے، اور کہا کہ وہی صحیح ہے اھ پھر فقہاء کا اختلاف ہے ناپاک تیل میں جو کسی کپڑے کو ایک درہم سے کم مقدار میں لگ جائے پھر پھیل جائے اور زائد ہو جائے اکثر نے فرمایا یہ مانع صلوٰۃ ہے کیونکہ یہ اب زائد ہے، منیہ میں فرمایا اسے کو لیا جائے گا،اور ایک جماعت نے فرمایا اس وقت کا اعتبار ہوگا جبکہ یہ لگا ہو،یہ مسئلہ عام طور پر کتب میں موجود ہے، جیسے فتح، بحر اور دُر وغیرہ اور یہ صریح دلیل ہے اس امر کی کہ تیل رقیق ہے ورنہ تو اختلاف ہی متصور نہ تھا، کیونکہ پھیلنے سے اس کا وزن زائد نہ ہوگا، اور غنیہ میں فرمایا اگر اس کو نجس تیل لگا ایک درہم سے کم پھر پھیل گیا تو نماز نہ ہوگی، کیونکہ نجاست کی پیمائش نماز کے وقت درہم کی مقدار سے زائد ہو گئی ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ رقیق نجاست میں معتبر جوہرِ نجاست نہیں بلکہ نجس ہونے والی چیز کا جوہر ہے یہ کثیفہ نجاست کا عکس ہے اھ تو ثابت ہوا کہ بعض رقیق چیزیں وہ ہیں جو نچڑتی نہیں۔ (ت)

واناا قول: (۲) وباللہ التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ت) اہل سنت (۳) حفظہم اللہ تعالٰی کے نزدیک ترکیب اجسام اگرچہ جواہر فردہ متجاورہ غیر متلاصقہ سے ہے اور یہی حق ہے فقیر نے بحمد اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی کلامیہ میں اسے

[32] غنیۃ المستملی فصل فی الاسار سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۷۲
[33] منیۃ المصلی فصل فی الاسار مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۳۶
[34] غنیۃ المستملی فصل فی الاسار سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۷۲

قرآن عظیم سے ثابت کیا ہے جس کی طرف علماء متکلمین کی نظر اب تک نہ گئی تھی **فیما اعلم واللہ اعلم اذلم اقف علیہ فی کلامھم** (اس میں جو میں جانتا ہوں اور اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اس معاملہ میں ان کے کلام میں واقفیت حاصل نہ کرسکا۔ت) مگر اتصال حسی ضرور ہے **کما بیناہ فی رسالتنا النمیقۃ الانقی** (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے رسالہ **النمیقۃ الانقی** میں بیان کیا ہے۔ت) تمام احکامِ دین ودنیا اسی اتصال مرئی پر مبنی ہیں، یہ اتصال دو قسم ہے: قوی وضعیف۔ قوی یہ کہ جب تک خارج سے کوئی سبب نہ پیدا ہوا انفکاک نہیں ہوتا، ایسی ہی شی کا نام **جامد** ہے۔ پھر یہ خود قوت وضعف میں بریان پاپڑ سے لے کر سنگ خارا کی چٹان اور فولاد تک مختلف ہے مگر یہ نہ ہوگا کہ خود بخود اس کے اجزا بکھر جائیں یا بہ کر اُتر جائیں۔ ضعیف یہ کہ محض مجاورت کے سوا اجزا میں عام بستگی وگرفتگی نہ ہو دَل پیدا کرنے والا تراکم کہ اجزای کے بالائے دیگرے ہیں جگہ نپانے کی باعث ہو گنجائش ملتی ہی اجزا اُتر کر پھیلنے لگیں ایسی ہی شی کا نام **مائع وسائل** ہے اور ازاں جاکہ اجزاء میں تماسک یعنی جامدات کی مانند بستگی وگرفتگی نہیں اور میل طبعی ہر ثقیل کا جانب تحت ہے تو نشیب پاتے ہی جو حرکت ثقیل اشیاء میں پیدا ہوتی ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو جامد میں سارے جسم کو معًا متحرک کرتی تھی کہ اجزا اول سے آخر تک ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہیں یہاں ایسا نہ ہوگا بلاالکہ جانب نشیب کے پہلے اجزاء حرکت میں پچھلوں کا انتظار کریں گے ان کے آگے بڑھتے ہی ان کے متصل جو اجزاء تھے جگہ پائیں گے اور وہ اپنے پچھلوں کے منتظر نہ رہ کر جنبش کریں گے یوں ہی یہ سلسلہ اخیر اجزاء تک پہنچے گا تو اس جسم کی حرکت حرکتِ واحدہ نہ ہوگی بلاالکہ حرکات عدیدہ متوالیہ اور ازانجا کہ اگلوں کا بڑھنا اور پچھلوں کا اُن سے آملنا مسلسل ہے کہیں انفکاک محسوس نہ ہوگا جسم واحد کے اجزا میں اسی سلسلہ وار حرکت متوالی کا نام **سیلان** ہے پھر جس طرح جامدات قوت وضعف میں اُس درجہ مختلف تھے یوں ہی ان مائعات میں یہ اختلاف ہے کہ جہاں بوجہ مانع انفکاک حسی کے محتاج ہوں بعض بہت باریک ذروں پر منقسم ہوسکیں گے اور بعض زیادہ حجم کے اجزاء پر کہ ایک نوع تماسُک سے خالی نہیں اگرچہ جامدات کی طرح عام تماسُک نہیں چھاننے میں اختلاف مائعات کی یہی وجہ ہی ظاہر ہے کہ کپڑا یا چھلنی جس چیز میں چھانیے اُس میں کچھ تو منافذ ومسام ہوں گے کہ اجزائے مائع کو نکلنے کی جگہ دیں گے اور کچھ کپڑے یا لوہے وغیرہ کی تار ہوں گے کہ اپنے محاذی اجزاء کو روکیں گے ناچار مائع اپنے اجزاء کی تفریق کا محتاج ہوگا پھر جو جس قدر باریک اجزا پر منقسم ہو سکے گا اُتنے ہی تنگ منفذ سے نفوذ کر جائے گا اور دوسرا اس پر قادر نہ ہوگا یہی سبب ہے کہ بعض مائعات چھاننی میں سنگین کپڑے سے نفوذ کر جاتے ہیں کہ اُس کپڑے کی باریک مسام سے بھی زیادہ باریک اجزاء پر متفرق ہو سکتے ہیں اور بعض باریک کپڑے سے نکل سکیں گے جو زیادہ گھنا نہ بُنا ہو بعض چھلنی کی وسیع منفذ چاہیں گے وعلٰی ہذا القیاس اسی منشاء اختلاف کا نام مائع کی **رقت وغلظت** ہے ورنہ جامدات (ا) میں بھی رقیق وغلیظ ہوتے ہیں پتلے کپڑے کو ثوبِ رقیق کہتے ہیں پتلی چپاتی کو خبزُرُقاق، استخوان زمان پیری کو عظمِ رقیق، حدیث امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ

میں ہے:

اللھم کبر سنی و رق عظمی فاقبضنی الیك غیر عاجزو لاملوم۔	اے اللہ میری عمر بڑی ہو گئی اور میری ہڈی پتلی ہو گئی پس مجھے عاجز اور شرمسار کئے بغیر اپنے دربار میں حاضر کرلے۔ (ت)

شیشہ کہ باریک دَل کا ہو زجاج رقیق۔ قال قائلھم ع:

رق الزجاج ورق الخمر فاشتبھا

(ترجمہ: شیشہ پتلا (باریک) ہوا، اور شراب پتلی ہوئی، یوں دونوں آپس میں مشابہ ہوئے۔ت)

بالجملہ (۱) رقت ودقت متقارب ہیں رقیق پتلا دقیق باریک۔

اقول: مگر دقت میں کمی عرض کی طرف لحاظ ہے وللذا خط کو دقیق کہیں گے اور رقت میں کمی عمق کی جانب تو سطح رقیق ہے یہ وہ ہے جو نظر بمحاورت خیال فقیر میں آیا پھر تاج العروس میں اس کی تصریح پائی۔

حیث قال قال المناوی فی التوقیف الرقۃ کالدقۃ لکن الدقۃ یقال اعتبار المراعاۃ جوانب الشیئ والرقۃ اعتبارا بعمقہ[35]۔	فرمایا کہ مناوی نے توقیف میں فرمایا رقت مثل دقت ہے لیکن دقۃ میں کسی چیز کے کناروں کا اعتبار ہوتا ہے اور رقت میں اس کی گہرائی کا۔ (ت)

اسی لئے تالاب یا نالے میں جب پانی تھوڑی دَل کا رَہ جائے اُسے رُق ورُ قارِق کہتے ہیں قاموس میں ہے:

الرقارق بالضم الماء الرقیق فی البحر اوالوادی لاغزر لہ[36] اھ وقدم مثلہ فی الرق الا قولہ لاغزر لہ فزادہ الشارح۔	رقارق بالضم پتلا پانی دریا یا وادی میں جو گہرانہ ہو اھ اور اس کی مثل الرق میں گزرا اس کے قول لاغزر کا ذکر نہیں، اس کا اضافہ شارح نے کیا ہے۔ (ت)

نیز اُسی میں ہے:

استرق الماء نضب الایسیرا[37]۔	نیز اس میں ہے پانی رقیق ہوا یعنی قلیل گہرائی والا ہو۔ (ت)

اقول: یہ **رقت** (۲) **بالفعل** ہے اور مائع کا اس قابل ہونا کہ چھاننی میں باریک اجزاء پر منقسم ہوسکے

[35] تاج العروس فصل الراء من باب القاف احیاء التراث العربی مصر ۳۵۸/۶
[36] قاموس المحیط فصل الراء باب القاف مصطفی البابی مصر ۲۴۵/۳
[37] قاموس المحیط فصل الراء باب القاف مصطفی البابی مصر ۲۴۵/۳

رقت بالقوہ یہی ان مسائل میں ملحوظ و مبحوث عنہ ہے۔

ثم اقول: جانب زیادت انتہائے رقت تو جواہر فردہ پر ہے کہ اُن سے زیادہ باریکی محال ہے باقی ایک مائع دوسرے کے اعتبار سے رقیق اضافی ہے گائے کا دودھ ہر حال میں بھینس کے دُودھ سے رقیق ہے مگر برسات کی گھاس چرے اور کھلی اور دانہ کھائے تو خود اُس کی پہلی صورت کا دودھ دوسری سے رقیق تر ہے یوں ہی یہ اختلاف بکری کے دودھ سے نہ جمی ہوئی راب تک متفاوت ہے اور جانب کمی اُس کی انتہا اختتام سیلان پر ہے۔ جب شی سائل نہ رہے گی یہاں سے ظاہر ہوا کہ رقیق بالقوہ وسائل بجائے خود متساوی ہیں ہر رقیق بالقوہ سائل ہے اور ہر سائل رقیق بالقوہ عام ازیں کہ کپڑے سے نچڑ سکے جیسے پانی یا نہیں جیسے تیل، گھی، شیر، شہد وغیرہا۔ اب رہا یہ کہ جب رقت مبحوث عنہا اجزائے لاتتجزی سے اخیر حد مائع تک بتفاوت شدید پھیلی ہوئی ہے تو یہاں جس مقدار کی انتفا پر زوال طبع آب کہتے ہیں اُس کی تحدید کیا ہے۔ پانی کس حد کی رقت تک نامتغیر کہا جائے گا اور کیسا ہو کر زائل الطبع کہلائے گا یہی اصل مقصد بحث ہے اس کا انکشاف بعونہٖ تعالٰی بحث آئندہ کرتی ہے

وباللہ التوفیق * ولہ الحمد علی ھدایۃ الطریق * وصلی اللہ تعالٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اولی التحقیق۔

بحث چہارم: رقت معتبرہ مقام کی حد بست۔

میں کہتا ہوں میں نے اس سلسلہ میں تین قسم کی عبارات دیکھیں: **پہلی:** غنیہ میں فرمایا مقید سے جائز نہیں، جیسے زردج کا پانی جبکہ گاڑھا ہو، اور جب گاڑھا نہ ہو اور اصلی سیلان پر ہو تو جائز ہے، جیسے سیلاب وغیرہ کا پانی۔ پھر فرمایا جب تک رقیق ہو جلدی بہتا ہو جیسے مخالطت کے نہ ہونے کے وقت بہتا ہے، تو اس کا حکم مطلق پانی جیسا ہے پھر فرمایا اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ تیزی سے سیلان کا باقی رہنا، جیسا کہ وہ پانی کی طبیعت ہے مخالطت سے پہلے، پھر فرمایا (اگر روٹی پانی میں تر ہو گئی تو اگر اس کی رقت باقی ہے)	**اقول:** رأیت العبارات فیہ علی ثلثۃ مناھج۔ **الاول:** قال فی الغنیۃ لاتجوز بالمقید کماء الزردج اذا کان ثخینا اما اذا کان رقیقا علی اصل سیلانہ فتجوز کماء المد ونحوہ ثم قال مادام رقیقا یسیل سریعا کسیلانہ عند عدم المخالطۃ فحکمہ حکم الماء المطلق ثم قال وضابطہ بقاء سرعۃ السیلان کماھو طبع الماء قبل المخالطۃ ثم قال (لوبل الخبز فی الماء ان بقیت رقتہ) کماکانت (جازوان صار ثخینا لا اھ)[38]

[38] غنیۃ المستملی، فصل فی بیان احکام المیاہ، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۸۸۔۹۱

وفی العنایة والبنایة فی جوازالوضوء بماء تقع فیه الاوراق شرطه ان یکون باقیا علٰی رقته اما اذا صار ثخینا فلا [39] اھ	جیسے کہ پہلے تھی (تو جائز ہے اور اگر گاڑھا ہوگیا تو جائز نہیں) اھ اور عنایہ اور بنایہ میں ہے کہ جس پانی میں پتّے گر گئے ہوں اُس سے وضو کے جواز میں شرط یہ ہے کہ اُس کی رقت باقی ہو اور جب گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں اھ
فالضمیر فی رقته ربمایشیرالی ماmال الیه فی الغنیة وقد یعارضه المقابلة بصیرورته ثخینالکن قالا بعده فی ماء الزعفران وغیره یعتبر فیه الغلبة بالاجزاء فان کانت اجزاء الماء غالبة ویعلم ذلك ببقائه علی رقته جازالوضوء وانکانت اجزاء المخالط غالبة بان صار ثخینا زالت عنه رقته الاصلیة لم یجز اھ۔	تو رقتہ کی ضمیر بسا اوقات اس کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کی طرف وہ غنیہ میں مائل ہوئے، اور اس کا معارضہ "بصیر ورته ثخینا" کے تقابل سے ہوسکتا ہے، لیکن اُن دونوں نے اس کے بعد فرمایا زعفران وغیرہ کے پانی میں کہ اس میں اجزاء کے غلبہ کا اعتبار ہوگا، تو اگر پانی کے اجزاء غالب ہوں، اور اس کا علم اس کی رقت سے ہوگا، تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر مخالط کے اجزاء غالب ہوں بایں طور کہ وہ گاڑھا ہو اس سے اس کی اصلی رقت زائل ہوگئی تو جائز نہیں اھ (ت)
الثانی: قال فی العنایة ایضا فی المطبوخ مع الاشنان ونحوه یجوز التوضی به الا اذاصار غلیظا بحیث لایمکن تسییله علی العضو [40] اھ ولفظ الحلیة عن البدائع والتحفة والمحیط الرضوی والخانیة وغیرها اذاصار غلیظا بحیث لایجری علی العضو [41] اھ	دوسرے یہ کہ عنایہ میں بھی ہے کہ جس پانی میں اُشنان وغیرہ پکائی جائے تو اس سے وضو جائز ہے سوائے اس کے کہ وہ اتنا گاڑھا ہوجائے کہ اس کو اعضاء پر بہایا نہ جاسکے اھ اور حلیہ میں بدائع، تحفہ، محیط رضوی اور خانیہ وغیرہ سے ہے کہ جب وہ اتنا گاڑھا ہوجائے کہ اعضاء پر نہ بہہ سکے اھ اور تبیین، حلیہ اور درر

[39] العنایة مع فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبه الوضوالخ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۳، والبنایة شرح ہدایة باب الماء الذی یجوزبه الوضوالخ مطبع امدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۱۸۹

[40] العنایة مع الفتح باب الماء الذی یجوزبه الوضوالخ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۴

[41] حلیہ

وفی التبیین والحلیة والدرران جری علی الاعضاء فالغالب الماء [42]اھ

الثالث: قال المحقق فی الفتح لاباس بالوضوء بماء السیل مختلطا بالطین ان کانت رقة الماء غالبة فان کان الطین غالبا فلا [43]اھ وفی اجناس الناطفی والمنیة ان لم تکن رقة الماء غالبة لایجوز [44]اھ وفی الذخیرة والتتمة والحلیة الغلبة من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفة الرقة من الماء ویبدلها بضدھا وھی الثخونة [45] اھ وفی الخانیة فی ماء الزعفران والزردج ان صار متماسکا [46]لایجوزاھ وفی الخلاصة ان کان رقیقایستبین الماء منه یجوز وان صار نشاستج [47]لایجوز اھ وفی فتاوٰی الامام فقیه النفس توضأ بماء السیل یجوز وان کان ثخینا کالطین لا [48] اھ وفی الهدایة والکافی فی مطبوخ الاشنان الا ان یغلب ذلك علی الماء فیصیر کالسویق

میں ہے کہ اگر وہ اعضاء پر جاری ہو تو غالب پانی ہی ہوگا اھ (ت) تیسرے یہ کہ محقق نے فتح میں فرمایا وہ پانی جس میں کیچڑ ملی ہوئی ہو، اگر وہ اعضاء پر بہتا ہو تو اس سے وضو میں حرج نہیں، اور اگر اس میں مٹّی غالب ہو تو وضو جائز نہیں اھ اور ناطفی کی اجناس میں اور منیہ میں ہے اگر پانی کی رقت غالب نہ ہو تو وضو جائز نہیں اھ اور ذخیرہ، تتمہ، حلیہ میں ہے کہ اجزاء کے اعتبار سے غلبہ اس انداز میں کہ پانی کی رقت ختم ہوجائے اور اس کی ضد یعنی گاڑھا پن اس میں پیدا ہوجائے اھ اور خانیہ میں ہے زعفران اور زردج کا پانی اگر گاڑھا ہو تو وضو جائز نہیں اھ اور خلاصہ میں ہے کہ اگر اتنا رقیق ہو کہ پانی اس سے الگ ظاہر ہوتا ہو تو وضو جائز ہے اور اگر نشاستہ بن گیا ہو تو جائز نہیں اھ اور فقیہ النفس کے فتاوٰی (قاضیخان) میں ہے سیلاب کے پانی سے وضو جائز لیکن اگر گاڑھا ہو تو جائز نہیں جیسے کیچڑ اھ اور ہدایہ اور کافی میں ہے

[42] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ الامیریہ بولاق مصر ۲۱/۱
[43] فتح القدیر الماء الذی یجوزبہ الوضوء نوریہ رضویہ سکھر ۶۵/۱
[44] غنیۃ المستملی احکام المیاہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۹۰
[45] فتاوٰی ذخیرۃ
[46] قاضیخان فیمالایجوزبہ التوضی ولکشور لکھنؤ ۹/۱
[47] خلاصۃ الفتاوٰی، الماء المقید، نولکشور لکھنؤ ۸/۱
[48] قاضیخان، فیمالایجوزبہ التوضی، نولکشور لکھنؤ ۹/۱

المخلوط لزوال اسم (ا) الماء عنہ[49] اھ وفی الخانیۃ وان صار ثخینا مثل السویق لا[50] اھ وفی البدائع الا اذا صار غلیظا کالسویق المخلوط لانہ حینئذ یزول عنہ اسم الماء ومعناہ ایضا[51] اھ وفی الکافی ثم الھندیۃ اذا کان النبیذ غلیظا کالدبس لم یجز الوضوء بہ[52] اھ وفی الخلاصۃ ھذا (یرید الاختلاف فی جواز الوضوء) اذا کان حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء فان کان ثخینا کالرب لایجوز بالاجماع[53] اھ۔ وفی البدائع عـہ ان کان غلیظا کالرب لایجوز بلاخلاف[54] اھ فظاھرالاول ان لایسری التغیراصلا الی رقۃ الماء وسرعۃ سیلانہ۔	کہ وہ پانی جس میں اُشنان پکائی جائے، مگر یہ کہ وہ پانی پر ایسی غالب ہوجائے کہ وہ ستّو بن جائے، کیونکہ اب اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائے گا اھ اور خانیہ میں ہے اگر ستّوؤں کی طرح گاڑھا ہوجائے تو وضو جائز نہیں اھ اور بدائع میں ہے کہ اگر ستوؤں کی طرح گاڑھا ہوجائے، کیونکہ اس صورت میں اس پر پانی کا نام نہیں بولا جائے گا اور نہ ہی معنًا وہ پانی رہے گا اھ اور کافی، ہندیہ میں ہے کہ جب نبیذ گاڑھا ہو جیسا شیرہ تو اس سے وضو جائز نہیں اھ اور خلاصہ میں ہے یہ (جواز وضو میں اختلاف مراد ہے) جبکہ میٹھا رقیق ہو اور اعضاء پر بہتا ہو اور اگر شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو بالاجماع جائز نہیں اھ اور بدائع میں ہے کہ جب شیرہ کی طرح گاڑھا ہوجائے تو بلاخلاف جائز نہیں اھ تو اول کا ظاہر یہ ہے کہ تغیر پانی کی رقّت کی طرف اور اس کی سرعتِ سیلان کی طرف سرایت نہ کرے۔ (ت)

عـہ قولہ فی البدائع بل تقدم فی ۱۰۷ عن الحلیۃ عنھا وعن التحفۃ والمحیط الرضوی والخانیۃ وغیرھا اذا صار غلیظا بحیث لایجری علی العضو الخ ۱۲ منہ غفرلہ (م)	ان کا قول بدائع میں ہے بلالکہ ۱۰۷ میں حلیہ کی نقل اُن سے گزری نیز تحفہ، محیط رضوی اور خانیہ وغیرہا سے ہے کہ جب اتنا گاڑھا ہوجائے کہ اعضاء پر نہ بہے الخ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[49] الہدایۃ الماء الذی یجوز بہ الوضوء عربیہ کراچی ۱/۱۸
[50] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما لایجوز بہ التوضی نولکشور لکھنؤ ۱/۹
[51] بدائع الصنائع مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵
[52] فتاوٰی ہندیہ فصل فیما لایجوز بہ التوضو نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۲
[53] خلاصۃ الفتاوٰی الماء المقید نولکشور لکھنؤ ۱/۹
[54] بدائع الصنائع الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

اقول: ولیس مراداقطعافان ماء المدالحامل للطین والتراب والرمل والغثاء یستحیل ان یبقی علی رقة الصافی وقداعترف انه باق علی رقته واصل سیلانه وظاھر الثانی الاکتفاء بنفس السیلان وقد اکده فی العنایة بزیادة الامکان فلم یخرج الا مابلغ مبلغ الجامدات حتی خرج عن صلاحیة الاسالة اصلا فھو مع الاول علی طرفی نقیض۔

میں کہتا ہوں یہ قطعًا مراد نہیں، کیونکہ سیلاب کے پانی میں کیچڑ، مٹی، ریت اور کوڑا کرکٹ ملا ہوا ہوتا ہے اور محال ہے کہ صاف پانی کی سے رقت پر باقی رہے اور وہ اعتراف کرچکے ہیں کہ وہ اپنی رقت اور اصل سیلان پر باقی ہے اور دوسرے کا ظاہر نفس سیلان پر اکتفاء کرنا ہے اور اس کو عنایہ میں زیادۃ امکان سے مؤکد کیا ہے تو وہ اُسی حد تک پہنچا جس حد تک جامدات پہنچتی ہیں، یہاں تک کہ وہ اسالت کی صلاحیت سے بالکل خارج ہوگیا تو وہ اول کے ساتھ نقیض کی دو طرفوں پر ہے۔ (ت)

اقول: ولیس مراداقطعا فان الطین والنشاوالسویق المخلوط والدبس والرب من المائعات الممکن تسییلھاواذا بلغ الماء الی ھذہ الحال لایشك احد فی ماحدث لطبعه من التغیر والزوال وھل تری احدا یسمی الطین والسویق ماء فالصواب ھوالثالث المنصوص علیه صریحا فی کلام کبارالائمة والثانی یرجع الیه باقرب تاویل کماتقدمت الاشارۃ الیه فی صدر الکلام۔

میں کہتا ہوں وہ قطعًا مراد نہیں کیونکہ کیچڑ اور نشا (گارا) اور مخلوط ستّو، شیرہ اور راب ایسے مائعات میں سے ہے جن کا بہانا ممکن ہے اور جب پانی اس حال پر پہنچ جائے تو کوئی بھی اس کی طبیعت میں پیدا ہونے والے تغیر پر اور زوال پر شک نہیں کرے گا، کیا کوئی ستّوؤں اور کیچڑ کو پانی کہتا ہے؟ تو صحیح تیسرا ہے جس کی صراحت بڑے بڑے ائمہ کے کلام میں موجود ہے، اور دوسرا اس کی طرف قریب ترین تاویل سے رجوع کرتا ہے جیسا کہ اس کی طرف صدر کلام میں اشارہ گزرا ہے۔ (ت)

بقی الاول **فاقول:** کلام العنایة فیه قریب غیر بعید فانه لم یفسرہ تفسیر الغنیة بزیادۃ ماقبل المخالطة والاناقض کلامه فی الثانی وکلام الغنیة یفسرہ ھکذاوقد تفرد [عہ] به فیمااعلم ثم یجعل ماء المد

پہلا باقی رہا تو **میں کہتا ہوں** عنایہ کا کلام اس میں قریب ہے دُور نہیں کیونکہ انہوں نے اس کی تفسیر غنیہ کی طرح نہ کی، اور اس میں مخالطۃ سے ماقبل کا اضافہ نہیں کیا ورنہ ان کا کلام دوسرے میں متناقض ہوتا ہے، اور وہ اس میں متفرد ہیں[1] جیسا کہ میں جانتا ہوں، پھر سیلاب کے

عہ انما وافقه ممن اتی بعدہ کلام

[1] ان کی موافقت ان لوگوں نے کی ہے جو ان کے بعد

کاللامخالط فادنی عــہ احواله الاضطراب فالماخوذ مانص علیه الاصحاب* واللہ تعالٰی اعلم بالصواب	پانی کو اس پانی کی طرح کرتے ہیں جو مخلوط نہ ہو، تو کم از کم اضطراب تو ہے ہی، تو ماخوذ وہی ہے جس پر اصحاب نے نص کی ہے، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ (ت)

ثم اقول: وباللہ التوفیق ہماری تقریر سابق سے واضح ہوا کہ مائعات دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے اجزا میں اصلاً تماسک نہیں جیسے نتھرا پانی، دوسری جن میں نوع تماسک ہے جیسے شہد۔ یہاں سے جس طرح اُن کی رقت وغلظت کا فرق پیدا ہوتا ہے کہ اوّل اپنے اتصال حسی کہ بہت باریک اجزاء پر تقسیم کرسکتا ہے بخلاف ثانی یوں ہی اُن کے سیلان میں بھی تفاوت آئے گا اول جب جگہ پائے گا بالکل منبسط ہوجائے گا اول اصلا نہ رہے گا کہ اجزاء جو عدمِ وسعت کے سبب زیر و بالا متراکم تھے وسعت پاکر سب پھیل جائیں گے کہ ہر جز طالب مرکز ہے اگر اجزائے بالا بالاہی رہیں بہ نسبت اجزائے زیریں مرکز سے دُور ہوں گے جگہ پاکر بلا مانع دور رہنا مقتضائے طبیعت سے خروج ہے کہ عادۃً ممکن نہیں خلافا لجھلة الفلاسفة الذین یحیلونه عقلالان الفاعل عندھم موجب وعندنا(۱) مختار تعٰلی اللہ مما یقول الظلمون علوا کبیرا وسبحن اللہ رب العرش عمّا یصفون (اس میں جاہل فلاسفہ کا اختلاف ہے، جو اس کو عقلا محال قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک فاعل موجب ہے اور ہمارے نزدیک مختار ہے تعالٰی اللہ مما یقول الظلمون علوًا کبیرا وسبحان اللہ رب العرش العظیم۔ ت) بخلاف ثانی کہ اجزا میں ایک نوع تماسک کے سبب سب نہ پھیل سکیں گے ختم سیلان پر بھی مبدء سے منتہی تک ایک اُبھرا ہوا جرم نظر آئے گا جیسا کہ مرئی و مشاہد ہے کہ اگر پختہ زمین یا تخت یا سینی یا لو ہے کی چادر پر شہد بہایئے بہاؤ رُکنے پر بھی یہاں سے وہاں تک اُس سطح سے اونچا شہد کا ایک دَل قائم رہے گا جسے خشک ہونے کے بعد چھیل سکتے ہیں بے اس کے کہ زمین کا کچھ حصّہ چھلے لیکن اگر پانی بہایئے اور پُورا بہہ جانے سے کوئی روک نہ ہو تو ختمِ سیلان کے وقت اُس سطح پر اول تا آخر ایک تری کے سوا پانی کا کوئی دَل نہ رہے گا ہمارے ائمہ اسی قسم اول کا نام رقیق اور ثانی کا کثیف رکھتے ہیں فقیر اسے روشن دلیل سے واضح کرے **فاقول** وباللہ التوفیق یہ دلیل ایک قیاس مرکب ہے تین مقدمات پر مشتمل:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) المولی بحرالعلوم قال فی الارکان الاربعة الغلبة بالاجزاء بان تذھب رقة الماء علی ماکان الماء علیھا[55] اھ ۱۲ منه غفرله (م)	آئے ہیں، بحرالعلوم نے ارکان اربعہ میں فرمایا اجزاء کے ساتھ غلبہ یہ ہے کہ پانی کی رقت ختم ہوجائے۔ اس طور پر کہ پانی کے اجزاء مخالط کے اجزاء پر غالب ہوں (ت)
عــہ لکن سیأتی بتوفیق اللہ تعالٰی التوفیق البازغ فانتظر منه غفرله۔ (م)	انتظار کرو، اللہ تعالٰی کی مدد سے اس کی روشن توفیق آتی ہے۔ (ت)

[55] رسائل الارکان فصل فی المیاہ مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۴

مقدمہ اولٰی: ہمارے ائمہ (ا) نے باب نجاسات میں دو قسمیں فرمائی ہیں جرم دار و بے جرم، اول کی مثال لید وغیرہ سے دیتے ہیں اور دوم کی بول وخمر وغیرہما سے امام برہان الدین فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں:

نجاسۃ لھاجرم کالروث ومالاجرم لہ کالخمر [56]۔	کوئی نجاست ایسی ہو کہ اُس کا جرم (جسم) ہو جیسے لید اور وہ جس کا جِرم نہ ہو جیسے شراب۔ (ت)

عنایہ میں ہے:

النجاسۃ اما ان یکون لھا جرم کالروث اولا کالبول [57]۔	نجاست کا یا جرم ہوگا جیسے لید یا نہ ہو جیسے پیشاب۔ (ت)

امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

الواقع فی البئر اماان یکون مستجسدا اوغیر مستجسد فان کان غیر مستجسد کالبول والدم والخمر ینزح ماء البئر الخ [58]۔	کنویں میں گرنے والی چیز یاتو جسم والی ہوگی یا غیر جسم والی، اگر غیر جسم والی ہو جیسے پیشاب، خون اور شراب، تو کنویں کا تمام پانی نکالا جائے گا۔ (ت)

مسئلہ کفش وموزہ (۲) میں متون وشروح وفتاوی عامہ کتب مذہب نے یہی ذی جرم وبے جرم کی تقسیم فرمائی اور ایسی مثالیں دی ہیں ازاں جملہ امام فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں:

الخف اذا اصابتہ نجاسۃ ان کانت مستجسدۃ کالروث والمنی یطھر بالحك وان لم تکن مستجسدۃ کالخمر والبول لا یطھر الا بالغسل وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی اذا القی علیھاترابا فمسحھایطھر لانھا تصیر فی معنی المستجسدۃ وبہ ناخذ [59]۔	موزے پر اگر نجاست لگ جائے تو اگر وہ جسد والی ہو جیسے لید اور منی، تو وہ رگڑ دینے سے پاک ہوجائے گی اور اگر جسد والی نہ ہو جیسے شراب اور پیشاب، تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوگی اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس پر مٹی ڈال کر رگڑ دے تو پاک ہوجائے گی کیونکہ اب یہ معنیً جسد والی ہوجائے گی، اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (ت)

[56] ہدایہ باب الانجاس وتطہیرہا مطبع عربیہ کراچی ۱/۵۶

[57] العنایۃ مع فتح القدیر باب الانجاس وتطہیرہا مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۱

[58] بدائع الصنائع امابیان المقدار الذی یصیربہ المحل نجسا مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۶

[59] فتاوٰی خانیہ المعروف قاضیخان فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثوب والخف اوالبدن ۱/۱۳

اب ہم دکھاتے ہیں کہ اُن کی نزدیک ادھر تو ذی جرم اور کثیف وثخین وغلیظ کہ مقابل رقیق ہیں اُدھر خود بے جِرم ورقیق ایک معنی رکھتے ہیں، اولاً کتابوں میں واحد سے اختلاف تعبیر،

(۱) امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسی حکم اخیر خانیہ کو ان لفظوں سے ادافرمایا:

غیر المنی من النجاسات ان کانت رقیقة کالخمر والبول لایطهر الا بالماء وعن ابی یوسف اذا القی التراب علی الخف فمسحها یطهر لانه یصیر فی معنی المستجسدة[60]۔	نجاستوں میں منی کے علاوہ اگر رقیق ہو جیسے شراب اور پیشاب، تو صرف پانی سے ہی پاک ہوگا، اور ابویوسف سے ایک روایت ہے کہ جب موزے پر مٹی ڈالی گئی اور اس کو پونچھ دیا گیا تو وہ پاک ہوجائے گا کیونکہ وہ معنیً متجسد ہو گئی۔ (ت)

(۲) نجاست غلیظہ میں اعتبار مساحت ووزن درہم کہ رقیق وکثیف پر منقسم جس کی بعض عبارات بحث سوم میں گزریں، اور ہدایہ میں ہے:

قیل فی التوفیق بینهما ان الاولی فی الرقیق والثانیة فی الکثیف[61]۔	ان دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ پہلی رقیق میں ہےاور دوسری کثیف میں ہے (ت)

کافی میں ہے:

قال الفقیه ابو جعفر الاولی فی الرقیق والثانیة فی الکثیف وهو الصحیح[62]۔	فقیہ ابو جعفر نے فرمایا: پہلی رقیق میں ہے اور دوسری کثیف میں ہےاور وہی صحیح ہے۔ (ت)

اسی طرح وقایہ ونقایہ واصلاح وملتقی وخلاصہ وبزازیہ وجوہرہ نیرہ وجواہر اخلاطی وغیرہا کتبِ کثیرہ میں ہے:

وعبر فی الجوهرة الکثیف بالثخین وفی الجواهر بالغلیظ وزاد هو الصحیح من المذهب[63]۔	اور جوہرہ میں کثیف کو ثخین سے تعبیر کیاہےاوجواہر میں غلیظ سے، اور یہ زیادہ کیاکہ یہی صحیح مذہب ہے (ت)

---

[60] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الغسل والثوب والدھن الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۲

[61] الہدایۃ باب الانجاس مطبوعہ عربیہ کراچی ۱/۵۷

[62] کافی

[63] الجوہرۃ النیرۃ، باب الانجاس، امدادیہ ملتان، ۱/۴۵

امام ملک العلماء نے اسے یوں تعبیر فرمایا:

قال الفقیه ابو جعفر الهندوانی اذا اختلفت عبارات محمد فی هذا فنوفق ونقول اراد بذکر العرض تقدیر المائع کالبول والخمر وبذکر الوزن تقدیر المستجسد[64]۔	فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا جب محمد کی عبارات مختلف ہوجائیں تو ہم تطبیق دیں گے اور کہیں گے کہ انہوں نے عرض (چوڑائی) کے ذکر سے مائع کا اندازہ مراد لیا جیسے پیشاب اور شراب اور وزن سے جسم والی کی مقدار کا اراد کیا۔ (ت)

(۳) بعینہٖ اسی طرح امام زیلعی نے اول کو مائع دوم کو مستجسد سے تعبیر کرکے فرمایا وهذا هو الصحیح[65] (اور یہی صحیح ہے۔ ت)

(۴) اسی طرح مراقی الفلاح میں ہے:

عفی قدر الدرهم وزناً فی المستجسدة ومساحة فی المائع[66]۔	مراقی الفلاح میں ایک درہم وزن کی مقدار نجاست متجسدہ میں معاف ہے اور ایک درہم کی مساحت مائع میں۔ (ت)

(۵) یہی فتاوٰی امام قاضی خان میں یوں ہے:

فی المستجسدة کالروث یعتبر وزناً وفی غیر المستجسدة کالبول والخمر والدم بسطا[67]	اور نجاست متجسدۃ میں جیسے لید وزن کا اعتبار کیا جائے گا اور غیر متجسدہ میں پھیلاؤ کا جیسے پیشاب، شراب اور خون۔ (ت)

ثانیاً کتابوں سے نقل میں تغییر تعبیر۔

(۶) ہندیہ میں ہے:

الصحیح ان یعتبر بالوزن فی المستجسدة وبالمساحة فی غیرها هکذا فی التبیین	صحیح یہ ہے کہ متجسد نجاست میں وزن سے اعتبار کیا جائے گا اور اس کی غیر میں مساحت سے

[64] بدائع الصنائع المقدار الذی یصیر المحل بہ نجسًا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۰
[65] تبیین الحقائق باب الانجاس الامیریہ بولاق مصر ۱/۷۳
[66] مراقی الفلاح باب الانجاس والطہارۃ الازہریہ مصر ص۸۹
[67] قاضی خان فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثوب الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

والکافی واکثر الفتاوی[68]۔	اسی طرح تبیین، کافی اور اکثر فتاوٰی میں ہے۔ (ت)

حالانکہ کافی میں رقیق اور تبیین میں[69] میں مائع کالفظ تھا کما علمت۔

ثالثًا : علماء کا اپنے ہی کلام میں تفننِ تعبیر۔

(۷) بحر میں ہے:

(ا)اشتراط الجرم قول الکل لانہ لواصابہ بول فیبس لم یجزہ حتی یغسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق (ای الاذی الذی یصیب الخف مقید فقیدہ ابو یوسف بغیر الرقیق وقیداہ بالجرم والجفاف[70]۔	جرم کی شرط لگانا تمام کا قول ہے کیونکہ اگر کسی کو پیشاب لگ گیا اور خشک ہوگیا تو بلا دھوئے کام نہیں چلے گا کیونکہ پیشاب کے اجزاء اس میں جذب ہو جاتے ہیں تو کُل کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مطلق (یعنی وہ گندگی جو موزے کو لگی ہے وہ مقید ہے تو ابو یوسف نے اس کو غیر رقیق سے مقید کیا اور ان دونوں نے اس کو جِرم اور خشک ہونے سے مقید کیا۔ (ت)

اس پر منحۃ الخالق میں فرمایا:

الحاصل انھم اتفقوا علی التقیید بالجرم وانفرد ابو حنیفۃ ومحمد بزیادۃ الجفاف[71]۔	حاصل یہ ہے کہ وہ سب جرم کی قید لگانے پر متفق ہیں اور ابو حنیفہ اور محمد خشک ہونے کی قید لگانے میں متفرد ہیں۔ (ت)

(۸) اسی میں ہے:

لم یعف عن التشرب فی الرقیق لعدم الضرورۃ اذ قد جوزوا کون الجرم من غیرھا بان یمشی بہ علی رمل او تراب فیصیرلھا جرم[72]۔	رقیق میں سرایت کرنے کی وجہ سے معاف نہیں کہ وہاں ضرورت نہیں اس لئے کہ انہوں نے اس امر کو جائز قرار دیا ہے کہ جرم اس کے غیر سے ہو بایں طور کہ ریت یا مٹی پر چلے اور جرم حاصل ہو جائے۔ (ت)

[68] تبیین الحقائق باب الانجاس الامیریہ بولاق مصر ۱/۷۳، وفتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی الاعیان نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۵
[69] تبیین الحقائق، باب الانجاس، الامیریہ مصر، ۱/۷۳
[70] بحر الرائق باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۳
[71] منحۃ الخالق مع البحر الرائق باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۳
[72] بحر الرائق باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۲۴

(۹) فتح القدیر میں ہے:

الحاصل بعد ازالة الجرم کالحاصل قبل الذلك فی الرقیق [73]۔	جرم کو زائل کرنے کے بعد وہی چیز حاصل ہوگی جو رقیق میں جرم کو زائل کئے بغیر ہوتی ہے۔ (ت)

(۱۰) غنیہ میں ہے:

عمل ابو یوسف باطلاقه الا انه استثنی الرقیق کما قال المصنف (وان لم یکن لها جرم کالبول والخمر فلابد من الغسل) بالاتفاق [74]۔	ابویوسف نے اس کے اطلاق پر عمل کیا البتہ انہوں نے رقیق کا استثناء کیا جیسا کہ مصنف نے فرمایا (اور اگر اس کا جرم نہ ہو جیسے پیشاب اور شراب تو اس کا دھونا لازم ہے) بالاتفاق۔ (ت)

(۱۱) اُسی میں حدیث مطلق نقل کرکے قید لھا جرم کی تعلیل میں فرمایا:

قال فی الکفایة وغیرها خرجت النجاسة الرقیقة من اطلاق الحدیث بالتعلیل [75] الخ	کفایہ وغیرہ میں ہے رقیق نجاست حدیث کے اطلاق سے تعلیل کی وجہ سے نکل گئی الخ (ت)

(۱۲) اُسی میں ہے:

من اصاب نعله النجاسة الرقیقة اذا استجسد بالتراب اوالرمل لومسحه یطهر [76]۔	جس کے جُوتے کو رقیق نجاست لگی پھر مٹی یا ریت کی وجہ سے متجسد ہوگئی اب اگر وہ اس کو رگڑے تو پاک ہو جائے گی۔ (ت)

(۱۳) اُسی میں ہے:

المختار للفتوی الطهارة بالدلك فی الخف ونحوه سواء کانت ذات جرم من نفسها اوبغیرها کالرقیقة المستجسدة بالتراب رطبة کانت اویابسة [77]۔	فتوی کے لئے مختار موزہ وغیرہ کی طہارت میں یہ ہے کہ اس کو رگڑ لیا جائے چاہے خود اُس کا اپنا جرم ہو یا کسی اور کی وجہ سے جیسے وہ جو مٹی میں مل جانے کی وجہ سے جسم والی ہوجائے خواہ تر ہو یا خشک۔ (ت)

---

[73] فتح القدیر باب الانجاس نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۷۲

[74] غنیۃ المستملی الشرط الثانی الطہارۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص۱۷۸

[75] غنیۃ المستملی الشرط الثانی الطہارۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص۱۷۸

[76] غنیۃ المستملی الشرط الثانی الطہارۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص۱۷۸

[77] غنیۃ المستملی الشرط الثانی الطہارۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص۱۷۹

(۱۴) حلیہ میں اسے مسئلہ اصابتہ نجاستہ لھا جرم پر حدیث سے استدلال کرکے فرمایا:

هذا الاطلاق حجة لابی یوسف فی مساواته بین الرطب والیابس نعم علی ابی یوسف ان یقول بالطهارة فی الرقیق ایضا لان الاطلاق یتناوله کما یتناول الکثیف مطلقًا[78]۔	یہ اطلاق ابو یوسف کی حجت ہے وہ رطب و یابس میں فرق نہیں کرتے ہیں، اس کے علاوہ ابویوسف پر لازم ہے کہ وہ رقیق میں بھی طہارت کا قول کریں کیونکہ اطلاق کثیف کی طرح اس کو بھی شامل ہے۔ (ت)

(۱۵) اُسی میں اس جواب اور اُس پر بحث نقل کرکے فرمایا:

علی ان فی البدائع ان ابایوسف فی روایة عنه سوی فی طهارته بین ان تکون مستجسدة اومائعة[79]۔	علاوہ ازیں بدائع میں ہے کہ ابویوسف کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے جسم والی اور مائع میں مساوات رکھی ہے۔ (ت)

رابعًا صریح تفسیر۔

(۱۶) تنویر میں تھا: **عفی عن قدر درهم فی کثیف**[80] (ایک درہم کی مقدار کثیف میں معاف ہے۔ت)

درمختار میں اس کی تفسیر کی **له جرم**[81] (جس کیلئے جرم ہو۔ت) ردالمحتار میں ہے: **قوله له جرم تفسیر الکثیف**[82] (ان کا قول لہ جرم کثیف کی تفسیر ہے۔ت)

(۱۷) جامع الرموز میں ہے: **الکثیف ماله جرم والرقیق مالاجرم له**[83] (کثیف وہ ہے جس کا جرم ہو اور رقیق وہ ہے جس کا جرم نہ ہو۔ت) شامی میں حلیہ سے ہے:

عدمنه(ای ماله جرم) فی الهدایة الدم وعده قاضیخان مالیس له جرم ووفق فی الحلیة بحمل الاول علی	شمار کیا گیا ہے اس سے (یعنی اس سے جس کا جرم ہو) ہدایہ میں ہے خون کو، اور اس کو قاضیخان نے اس میں شمار کیا جس کا جرم نہ ہو۔ اور حلیہ میں اسی طرح توفیق

---

[78] حلیہ

[79] حلیہ

[80] درمختار، باب الانجاس، مجتبائی دہلی، ۵۴/۱

[81] درمختار باب الانجاس مجتبائی دہلی ۵۴/۱

[82] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۲۳۳/۱

[83] جامع الرموز فصل یطہر الشیئ اسلامیہ گنبد ایران ۱۵۲/۱

مااذا کان غلیظا والثانی علی مااذا کان رقیقا اھ وھذا یؤدی مؤدی التفسیر وان لم یکن سوقه له[84]۔	کی گئی ہے کہ اول کو غلیظ پر محمول کیا جائے اور دوسری کو رقیق پر یہ تفسیر کا فائدہ دیتا ہے اگرچہ اس کااس کیلئے سیاق نہیں ہے۔ت)

بالجملہ اصطلاح فقہائے کرام میں رقیق وبے جرم ایک چیز ہیں۔

مقدمہ ثانیہ: جسم کثیف (۱) ہو خواہ رقیق اِس کا بے جرم ہونا کیونکر متصور کہ جرم و جسم ایک شَی ہیں اور اگر جرم بمعنی ثخن لیجئے یعنی عمق جسے دَل کہتے ہیں تو جسم کو اُس سے بھی چارہ نہیں کہ اُس میں ابعاد ثلثہ ضرور ہیں لہٰذا خود علماء نے اس کی تفسیر فرمائی کہ بے جرم سے یہ مراد کہ خشک ہونے کے بعد مثلاً بدن یا کپڑے کی سطح سے اُبھرا ہوا اُس کا کوئی دَل محسوس نہ ہو اگرچہ رنگ نظر آئے۔ان مباحث میں اسی کو غیر مرئی بھی کہتے ہیں یعنی بنظرِ جرم نہ بنظرِ لون۔ تبیین الحقائق و بحر الرائق و مجمع الانہر و فتح اللہ المعین وطحطاوی علی المراقی و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

الفاصل بینھماان کل مایبقی بعدالجفاف علی ظاھرالخف فھو جرم ومالایری بعد الجفاف فلیس بجرم[85] اھ۔	دونوں میں فصل کرنے والی چیز یہ ہے کہ جو خشک ہونے کے بعد موزے کے ظاہر پر نظر آئے تو وہ ذی جرم ہے اور جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے وہ ذی جرم نہیں ہے۔(ت)
اقول: لم یردبظاھرہ ظھرہ لعدم اختصاص الحکم به بل بطنه ھوالاکثراصابة انماارادالسطح الظاھرمن ظھرہ وبطنه وقید به تحرزاعمایتشربه داخل الخف فانه لایختص بذی الجرم بل التشرب من الرقیق اکثروانمااحتاج الیه لقوله یبقی ولوقال یری لاستغنی عنه کما فی مقابله فان البصر لایدرك الا ماعلی الظاھرولذااسقطه السیدان الازھری وط لابدالھماالباقی بالمرئی (۲) ومن اغفل ھذا ابدل وابقی کما	**میں کہتا ہوں** انہوں نے اس کے ظاہر سے اس کی پشت کاارادہ نہیں کیا ہے کیونکہ حکم اس کے ساتھ ہی مختص نہیں بلاالکہ پُشت کے اندرونی حصہ کو زیادہ پہنچتا ہے بلاالکہ ان کا ارادہ اس کی ظاہری سطح ہے خواہ پشت ہو یا باطن،اور یہ قید اس لئے لگائی تاکہ اس سے احتراز ہو سکے جس کو موزہ کا داخلی حصہ جذب کرلیتا ہے کیونکہ یہ جرم دار شیئ کے ساتھ مختص نہیں ہے،بلاالکہ رقیق میں جذب زیادہ ہوتا ہے اور اس کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے یبقٰی فرمایا ہے اگر وہ یُرٰی فرماتے تو اس کی ضرورت نہ ہوتی جیسا کہ اس کے مقابل میں ہے

[84] ردالمحتار باب الانجاس مطبعۃ مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۳

[85] تبیین الحقائق باب الانجاس مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۷۱

قال فی مجمع الانہر کل مایرٰی بعد الجفاف علی ظاھر الخف فھو ذوجرم [86] الخ و (ا) اعجب منہ صنیع العلامۃ ش اذقال فی الدر ھو کل مایری بعد الجفاف فقال ای علی ظاھر الخف کأنہ قید سقط عن الدر فزادہ[87]۔	کیونکہ آنکھ تو صرف مقابل آنے والی چیز کا ادراک کرتی ہے اس لئے ازہری اور ط نے اس قید کو ساقط کر دیا، کیونکہ انہوں نے باقی کو مرئی سے بدل دیا ہے اور جس نے اس سے غفلت کی اُسے بدلا اور باقی رکھا، جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے ہر وہ چیز جو خشک ہونے کے بعد موزہ کے ظاہر پر نظر آئے وہ جرم دار ہے الخ اور اس سے زیادہ عجیب وہ ہے جو علامہ "ش" نے کیا جب مصنف نے دُر میں یہ فرمایا "وہ ایسی چیز ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر آتی ہے اس پر "ش" نے فرمایا یعنی موزہ کے "ظاہر" پر، گویا قید دُر سے ساقط ہو گئی ہے، توانہوں نے اس کو زائد کر دیا۔ (ت)

فتاوٰی ذخیرہ پھر حلیہ وبحر وعبدالحلیم میں ہے:

المرئیۃ ھی التی لھاجرم وغیرالمرئیۃ ھی التی لاجرم لھا[88]۔	مرئیہ جرم دار کو کہتے ہیں اور غیر مرئیہ اس کو جس کا جسم نہ ہو۔ (ت)

شرح طحاوی و فتاوٰی صغرٰی و تتمہ و منیع پھر بترتیب ان کے حوالہ سے عبدالعلی برجندی و شمس قہستانی وابن امیر الحاج حلبی و عبدالحلیم رومی نے غیر مرئیہ میں زائد فرمایا: سواء کان لھا لون اولم یکن[89]۔

ذخیرۃ العقبٰی میں ہے:

ذی جرم ھو کل مایبقی بعد الجفاف علی ظاھر الخف سواء کان جرمہ من نفسہ کالنجس المتعارف والدم والمنی والروث اومن غیرہ کالبول والخمر المتجسد بالرمل اوالتراب اوالرماد بان مشی علیھا فالتصق بالخف اوجعل علیہ شیئ منھا[90]۔	جرم دار وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد موزے کے ظاہر پر نظر آئے خواہ اس کا جرم اسی کا ہو جیسے معروف نجاستیں، اور خون، منی اور لید یا اس کے غیر سے ہو جیسے پیشاب اور شراب جو ریت یا مٹی یا راکھ میں ملنے کی وجہ سے جِرم دار ہو گیا ہو، مثلاً اس پر چلا اور وہ موزے میں لگ گیا یا خود موزے پر ڈال لیا۔ (ت)

[86] مجمع الانہر باب الانجاس دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۸
[87] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۷
[88] بحرالرائق باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۳۶
[89] جامع الرموز فصل یطہر الشیئ مطبع اسلامیہ گنبد ایران ۱/۹۵
[90] ذخیرۃ العقبٰی باب الانجاس الامیریہ مصر ۱/۲۴۱

اس تمام مضمون کو مع زیادت افادات فتوٰی در مختار نے ان معدود لفظوں میں افادہ کیا:

(ذی جرم)ھو کل مایری بعد الجفاف ولومن غیرھا کخمر وبول اصاب تراب بہ یفتی اھ[91] **اقول:** ولو (۱) اسقط ھو کل ماء لکان عـہ اخصر واظھر۔	جرم دار وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر آئے خواہ اس کے غیر سے ہو جیسے شراب اور پیشاب جس میں مٹی مل گئی ہو، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** اگر وہ "کل ماءٌ" کو ساقط کردیتا تو یہ مختصر ہوجاتا اور زیادہ اظہر ہوتا۔ (ت)

اس پر طحطاوی نے زائد کیا:

ومالایری بعد الجفاف فلیس بذی جرم[92] اھ اقول: واکتفی الدر عنہ بالمفھوم	اور جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے وہ جرم دار نہیں۔ (ت) **میں کہتا ہوں** صاحبِ در نے اس کے مفہوم پر اکتفاء کیا ہے۔ (ت)

شامی نے کہا:

مفادہ ان الخمر والبول لیس بذی جرم مع انہ قدیری اثرہ بعد الجفاف فالمراد بذی الجرم ماتکون ذاتہ مشاھدۃ بحس	اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب اور شراب جرم دار نہیں حالانکہ ان کا اثر کبھی خشک ہونے کے بعد بھی نظر آتا ہے تو جرم دار سے مراد وہ ہے جس کی

عـہ اما کونہ اخصر فظاھر واما کونہ اظھر واحسن وازھر فلان رؤیۃ الشیئ تعم رؤیتہ بلالونہ بل لارؤیۃ ھھنا الا ھکذا فیوھم تناول ملون لایبقی لہ بعد الجفاف جرم شاخص فوق المصاب بخلاف مااذا اسقط لانہ یصیر صفۃ لجرم فیصیر نصافی المقصود ۱۲ منہ غفرلہ (م)	اس کا مختصر ہونا تو ظاہر ہے اور اس کا اظہر واحسن ہونا یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ کسی چیز کا دیکھنا اس کے رنگ کے دیکھنے کو بھی شامل ہے، بلاالکہ اس کی رؤیت یہاں اسی طرح ہے، تو اس سے وہم ہوتا ہے کہ یہ اُس رنگین کو شامل ہے جو خشک ہونے کی بعد باقی نہیں رہتا ہے یعنی اس کا ابھرا ہوا جرم نہیں رہتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ اگر اس کو ساقط کردیا جائے کیونکہ یہ جرم کی صفت ہوجائے گا تو یہ مقصود میں نص ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[91] در مختار باب الانجاس مجتبائی دہلی ۱/۵۴

[92] طحطاوی علی الدر المختار باب الانجاس بیروت ۱/۱۵۷

البصر و بغیرہ مالا یکون کذلك کما سنذکرہ مع مافیہ من البحث[93]۔	ذات کا آنکھ سے مشاہدہ ہو سکے اور غیر جرم دار وہ ہے جو ایسے نہ ہو جیسا کہ ہم اس کو مع بحث کے ذکر کریں گے۔ (ت)

در مختار کی عبارت مذکورہ نمبر ۶ پر شامی میں ہے:

المراد بذی الجرم ماتشاھد بالبصر ذاتہ لا اثرہ عـہ کما مرو یأتی[94]۔	ذی جرم سے مراد وہ ہے جس کی ذات آنکھ سے نظر آئے، نہ کہ اس کا اثر، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

اسی طرح حلیہ میں ہے کما سیأتی۔

تحقیق شریف* فتح بہ اللطیف* علی عبدہ الضعیف* بفضلہ المنیف* اعلم ان ھذا المقام* زلت فیہ اقدام اقلام*	یہ تحقیق ہے جو اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے اپنے کمزور بندے پر ظاہر فرمائی جان لے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں قلموں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ (ت)
فالاول: قال الامام اکمل الدین البابرتی رحمہ اللہ تعالٰی فی العنایۃ عند قول الھدایۃ فی مسألۃ تطھیر النجاسۃ بازالۃ العین والغسل الٰی غلبۃ الظن بالطھارۃ النجاسۃ ضربان مرئیۃ وغیر مرئیۃ الخ مانصہ الحصر ضروری للدوران انہ	**اول،** امام اکمل الدین بابرتی نے عنایہ میں فرمایا، ہدایہ میں جہاں یہ ذکر ہے کہ نجاست کی تطہیر کیلئے نجاست کا دور کرنا اور دھونا ضروری ہے، کہ طہارت کا غلبہ ظن ہو جائے، یہاں بابرتی نے کہا کہ نجاست کی دو قسمیں ہیں مرئیہ اور غیر مرئیہ الخ ان کی نص یہ ہے کہ حصر ضروری ہے اس لئے کہ یہ نفی اور

عـہ اقول ای مایشاھد اثرہ یعم مالایشاھد منہ الا الاثر فھو عطف علی ماتشاھد بحذف متعلقہ لاعلی ذاتہ کما یتوھم فیکون عدم رؤیۃ الاثر شرطاً فی ذی الجرم ولیس کذلك ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول: یعنی جس طرح اس کا اثر دیکھا جاتا ہے تاکہ اس کو بھی عام ہو جس کا مشاہدہ نہیں کیا جاتا ہے صرف اس کے اثر کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کا عطف ماتشاھد پر ہے اس کا متعلق محذوف ہے "ذاتہ" پر عطف نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا ہے، تو اثر کا نہ دیکھا جانا جرم دار میں شرط ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[93] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۲۷

[94] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۳۳

بین النفی والاثبات وذلك لان النجاسة بعد الجفاف اما ان تکون مستجسدة کالغائط والدم اوغیرھاکالبول وغیرہ [95] اھ وتبعہ چلپی علی صدر الشریعة۔	اثبات کے درمیان دائر ہے اور یہ اس لئے کہ نجاست خشکی کے بعد یا تو جرم دار ہوگی جیسے پاخانہ اور خون وغیرہ، یا غیر جرم دار ہوگی جیسے پیشاب وغیرہ اھ اس کی پیروی چلپی علی صدر الشریعۃ نے کی۔ (ت)
الثانی: فی تلك المسألة نقل القھستانی عبارة الصغری المارة ان غیر ذات جرم غیر مرئیة وانکان لھالون [96]۔	**دوسرے** اس مسئلہ میں قہستانی نے صغری کی عبارت نقل کی جو گزری کہ وہ نجاست کہ جس کا جرم نہ ہو مرئی نہ ہوگی اوراگرچہ اس کا رنگ ہو
الثالث: فیھا نقل البرجندی عبارة شرح الطحاوی مثلہ ثم قال وھذا یخالف مافی بعض الشروح من ان غیر المرئی مالایری اثرہ بعد الجفاف والمرئی فی مقابلہ [97] اھ	**تیسرے** برجندی نے اس میں شرح طحاوی سے ایسے ہی عبارت نقل کی پھر فرمایا یہ دوسری شروح سے مختلف ہے جن میں ہے کہ غیر مرئی وہ ہے جس کا اثر خشکی کے بعد نہ دیکھا جائے، اور مرئی اس کے مقابل ہے اھ۔
الرابع: فیھا نقل فی البحر عبارة الذخیرة وجعلھا معنی ماقال ھھنا فی غایة البیان ان المراد بالمرئی مایکون مرئیا بعد الجفاف ومالیس بمرئی ھو مالایکون مرئیا بعد الجفاف کالبول [98] اھ وتبعہ ط۔	**چوتھے**، بحر نے اس مسئلہ میں ذخیرہ کی عبارت نقل کی اور اس کو اس کے ہم معنی قرار دیا جو یہاں غایۃ البیان میں کہا کہ مرئی سے مراد وہ ہے جو خشکی کے بعد نظر آئے اور جو غیر مرئی ہے اس سے مراد وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسا کہ پیشاب اھ اور ط نے اس کی متابعت کی ہے۔
الخامس: فیھا نقل عبدالحلیم الرومی	پانچواں، اس میں عبدالحلیم رومی کی نقل

[95] العنایۃ مع الفتح باب الانجاس نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۲

[96] جامع الرموز فصل یطھر الشیئ اسلامیہ گنبد ایران ۱/۹۶

[97] نقایۃ للبرجندی فصل تطہیر الانجاس نولکشور لکھنؤ ۱/۶۴

[98] بحر الرائق باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۳۶

عن شرح الطحاوی والمنبع والذخیرۃ مامر ثم نقل کلام البرجندی انه یخالف بعض الشروح ثم کلام البحر وجعله ایاہ بمعنی الاول ثم قال ردا علیه انت خبیر بان بینهما مخالفۃ اذرب شیئ لیس له جرم وله اثر کاللون یبقی اثرہ بعد الجفاف فعلی الاول غیر مرئی وعلی الثانی مرئی والمنصور هو الاول کمالایخفی اھ[99]	شرح طحاوی، منبع اور ذخیرہ سے ہے جو گزری، پھر انہوں نے برجندی کا کلام نقل کیا کہ وہ بعض شروح کے مخالف ہے، پھر بحر کا کلام نقل کیا ہے اور اس نے اس کو اول کے ہم معنی کہا پھر ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اُن دونوں میں مخالفت ہے کیونکہ کئی چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا جرم تو نہیں ہے مگر ان کا اثر ہے، جیسے رنگ کہ اس کا اثر خشک ہونے کے بعد بھی باقی رہتا ہے تو یہ پہلی صورت کے لحاظ سے غیر مرئی ہے اور دوسری کی لحاظ سے مرئی ہے اور راجح پہلا ہی ہے جیسا کہ مخفی نہیں اھ (ت)
السادس: فیها نقل فی الحلیۃ کلام الذخیرۃ والتتمۃ والیه رد عبارۃ غایۃ البیان المذکورۃ فقال مراد به ماتکون ذاته مشاهدۃ بالبصر بعد الجفاف ومالا فلیس بینهما وبین مافی عامۃ الکتب مخالفۃ فی تفسیرهماومایرشد الی ماذکرنا التمثیل المذکور فان بعض الابوال قدیری له لون بعد الجفاف اھ[100]۔	**چھٹا**، اس مسئلہ میں حلیہ میں ایک نقل ذخیرۃ اور تتمہ سے ہے اور اسی کی طرف غایۃ البیان کی مذکورہ عبارت کو موافق کیا ہے، اور کہا ہے اس سے مراد وہ ہے جس کی ذات خشک ہونے کے بعد مشاہدہ میں آئے، اور جو ایسا نہ ہو وہ مرئی نہیں تو اس میں اور جو عام کتب میں ہے کوئی مخالفت نہیں، اور ہمارے قول پر دلیل وہ ہے جو مثال گزشتہ میں گزرا، کیونکہ بعض پیشاب ایسا ہوتا ہے جس کا رنگ خشک ہونے کے بعد نظر آتا ہے اھ (ت)
السابع: فیها قال فی الشامی قوله بعد جفاف ظرف لمرئیۃ وقید به لان جمیع النجاسات تری قبله وتقدم ان ماله جرم هو مایری بعد الجفاف فهو مساو للمرئیۃ و	**ساتواں**، اس بحث میں، شامی میں فرمایا کہ ماتن کا قول "بعد جفاف" یہ مرئیہ کا ظرف ہے اور یہ قید اس لئے لگائی ہے کہ تمام نجاستیں خشک ہونے سے قبل دیکھی جاسکتی ہیں اور یہ پہلے گزرا کہ جرم دار وہ ہے

[99] حاشیۃ الدرر للمولی عبدالحلیم باب تطہیر الانجاس مکتبہ عثمانیہ مصر ۱/۴۰
[100] حلیہ

قدعد منه فی الهداية الدم وعده قاضیخان مما لاجرم له وقدمنا عن الحلية التوفيق بحمل الاول علی ماذا کان غليظا والثانی علی ماذا کان رقيقا اھ ثم نقل عبارة غاية البيان وعقبها بعبارة التتمة ثم ذکر تاويل الحلية المار انفا قال ويوافقه التوفيق المار لکن فيه نظر لانه يلزم منه ان الدم الرقيق والبول الذی يری لونه من النجاسة الغير المرئية وانه يکتفی بالغسل ثلثا بلااشتراط زوال الاثر مع ان المفهوم من کلامهم ان غير المرئية مالايری له اثر اصلا لاکتفائهم فيها بمجرد الغسل بخلاف المرئية المشروط فيها زوال الاثر فالمناسب مافی غاية البيان وان مراده بالبول مالالون له والاکان من المرئية اھ[101]۔

الثامن: عبارة الکنز الصحيحة النجس المرئی يطهر بزوال عينه وغيره بالغسل زاد فيها مسکين مايفسدهااذقال (النجس المرئی) عينه ثم قال (وغيره) ای غير المرئی عينه لکنه تدارکه بوصل قوله وهو الذی لايری اثره

جو خشک ہونے کے بعد دیکھا جائے تو یہ مرئیہ کے مساوی ہے اور ہدایہ میں اس میں سے خون کو شمار کیا ہے اور قاضی خان نے خُون کو اُن چیزوں میں شمار کیا ہے جو جرم دار نہ ہوں۔ اور ہم نے حلیہ سے تطبیق نقل کی ہے کہ پہلے کو گاڑھے پر محمول کیا جائے اور دوسرے کو رقیق پر اھ پھر انہوں نے غایۃ البیان کی عبارت کو نقل کیا اور اس کے بعد تتمہ کی عبارت لائے پھر حلیہ کی گزشتہ تاویل کو ذکر کیا لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ رقیق خون اور پیشاب جس کا رنگ نظر آتا ہے کہ نجاست غیر مرئیہ سے ہو اور یہ کہ تین مرتبہ دھونے پر اکتفاء کیا جائے اور اس میں اثر کے زوال کی شرط نہ رکھی جائے حالانکہ اُن کے کلام سے مفہوم یہ ہے کہ غیر مرئیہ وہ ہے جس کا کوئی اثر نظر آئے، کیونکہ وہ اس میں صرف دھونے پر اکتفا کرتے ہیں بخلاف مرئیہ کے جس میں اثر کا زائل ہونا بھی شرط ہے تو مناسب وہی ہے جو غایۃ البیان میں ہے اور یہ کہ ان کی مراد پیشاب سے وہ ہے جس کا رنگ نہ ہو ورنہ وہ بھی نجاست مرئیہ ہوتا اھ (ت)

آٹھواں، کنز کی عبارت ہے جو صحیح ہے کہ نجاست مرئیہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے عین کے زوال کے بعد وہ طاہر ہو جاتا ہے اور جو اس کے علاوہ ہو وہ صرف دھونے سے پاک ہوتا ہے مسکین نے اس میں یہ اضافہ کیا (کہ دیکھی جانے والی نجاست) یعنی جس کا جرم نظر آئے، پھر کہا (اور اس کے علاوہ)

[101] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۰

بعد الجفاف[102] اھ فلم (ا) یبق علیه الاضیاع زیادة عینه فی الموضعین بل ایهامها خلاف المراد ثم بالتدارك رجوع الکلام الی عدم التفرقة بین العین والاثر وکأنه اخذہ من عبارة الامام القدوری النجاسة ان کان لها عین مرئیة فطهارتها زوال عینها الا ان یبقی من اثرها مایشق ازالتها ومالیس لها عین مرئیة فطهارتها ان تغسل[103] الخ فالمراد العین المرئیة ولو برؤیة لونها الا تری الی استثنائه الاثر من العین بل المقرر ان بصر البشر فی الدنیا لایدرك الا اللون والضوء وبالجملة استقام الکلام بالتدارك لکن السید اباالسعود نقلا عن السید الحموی اراد ردہ الی خلافه فقال علی قوله وھو الذی لایری اثرہ حکاہ فی الصغری بقیل بعد ان صدر بقوله المرئی عــه ماله جرم سواء کان له لون ام لا[104] اھ	یعنی جس کا جرم نظر نہ آئے، پھر اس کا تدارک اپنے اس قول سے کیا کہ جس کا اثر خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے اھ تو اُن کے ذمہ صرف یہ اعتراض رہا کہ دونوں جگہ لفظ عین کا لانا فضول ہوا، بلاکہ یہ خلاف مراد کا وہم پیدا کرتا ہے پھر تدارک کے ساتھ کلام کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ عین واثر میں فرق نہیں رہتا اور غالبًا انہوں نے یہ قید قدوری کے کلام سے اخذ کی ہے، وہ یہ ہے کہ ایسی نجاست کہ اگر اس کا جرم نظر آتا ہے تو اس کی پاکی اس طرح ہوگی کہ اس کا جرم ختم ہوجائے، اگر اُس کا کوئی ایسا نشان باقی رہ جائے کہ اس کا ازالہ دشوار ہو تو حرج نہیں اور جس نجاست کا جرم نظر نہیں آتا تو اس کی طہارت یہ ہے کہ اسے دھویا جائے الخ تو مراد وہ جرم ہے جو نظر آتا ہے خواہ اس کا رنگ ہی نظر آئے، جیسا کہ اُن کے استثناء سے مفہوم ہوتا ہے جو عین سے ہے بلاکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ انسانی آنکھ دنیا میں سوائے رنگ اور روشنی کے کچھ اور نہیں دیکھتی ہے

عــه اقول کما فسرفی الصغری المرئی بهذا فسر غیر المرئی بقوله مالاجرم له سواء کان له لون اولا کمافی جامع الرموز فکان اولی نقله لان الکلام ھهنا فی غیر المرئی ۱۲ منه غفرله (م)	اقول: مرئی کی صغرٰی میں جس طرح تفسیر اس کے ساتھ کی ہے اس طرح غیر مرئی کی تفسیر یوں کی ہے کہ جس کا جرم نہ ہو خواہ اس کا رنگ ہو یا نہ ہو جیسا کہ جامع الرموز میں ہے تو اولٰی اس کا نقل کرنا ہے کیونکہ کلام یہاں غیر مرئی میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[102] فتح اللہ المعین باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۰
[103] قدوری باب الانجاس مجتبائی دہلی ص ۱۸
[104] فتح اللہ المعین باب الانجاس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۱

التاسع: فسرهما العلامة ش فی مسألة الخف علی الوجه الصحیح ثم حاد عنه فقال سنذکر مافیه من البحث کماتقدم والبحث ماعلمت فی السابع۔

العاشر: قال فی الجوهرة (اذا اصاب الخف نجاسة لها جرم) ای لون و اثر بعد الجفاف کالروث والدم والمنی[105] اھ فرد الصحیح الی الغلط الصریح۔

اقول: وتعرف مافی کل هذه بحرف واحد فاعلم ان المسائل ههنا اربع مسألةالتطهیر بازالة العین اوغلبة الظن ومسألة وقوع نجس فی حوض کبیر ومسألة الخف ومسألة التقدیر بوزن الدرهم اومساحته وزاد فی البدائع اخری مسألة الوقوع فی البئر فمسألة التطهیر والحوض الکبیر فریق وسائرهن فریق والمراد بالمرئی فی الفریق الاٰخر هو المتجسد ای مایری له بعد الجفاف جرم شاخص فوق سطح المصاب ولا یکفی مجرد اللون وبغیر المرئی غیر

اور خلاصہ یہ کہ کلام تدارک کے ساتھ درست ہوگیا لیکن ابو السعود نے حموی سے نقل کرتے ہوئے اس کے مخالف معنی لینے کا ارادہ کیا ہے تو ان کے قول ھو الذی لایری اثرہ پر فرمایا کہ صغرٰی میں اس کو "قیل" سے ذکر کیا ہے اور ابتدا اس طرح کی ہے کہ مرئی وہ ہے جس کا جرم ہو خواہ رنگ ہو یا نہ ہو اھ (ت)

نواں، اِن دونوں کی تفسیر علامہ "ش" نے موزے کی مسئلے میں صحیح طریقہ پر کی ہے، پھر اُس سے انحراف کیا، اور فرمایا اس میں جو بحث ہے ہم اس کو ذکر کریں گے جیسا کہ گزرا، یہ بحث ساتویں تحقیق میں آپ جان چکے ہیں۔ (ت)

دسواں، جوہرہ میں کہا (جب موزے کو جرم دار نجاست لگ جائے) یعنی جس کا خشک ہونے کے بعد رنگ اور اثر ہو جیسے لید، خون اور منی اھ تو صحیح سے انہوں نے صریحًا غلط مطلب نکالا۔ (ت)

میں کہتا ہوں جو کچھ مذکورہ ابحاث میں ہے وہ صرف ایک حرف سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ دراصل یہاں چار مسائل ہیں، پاک کرنے کیلئے نجاست کے عین کو زائل کردینا یا اس کے زوال کا غلبہ ظن حاصل ہونا، بڑے حوض میں نجاست کے گرنے کا مسئلہ، موزے کا مسئلہ، وزن درہم سے اندازہ یا اس کی پیمائش کا لحاظ۔ اور بدائع میں ایک اور مسئلہ کا اضافہ کیا، کنویں میں گرنے کا مسئلہ، تو پاکی، اور بڑے حوض کا مسئلہ ایک فریق ہے اور باقی دوسرا فریق ہے اور مرئی سے دوسرے فریق میں جسم والا مراد ہے، یعنی جس کا جرم خشک ہونے کے بعد بھی ابھرا ہوا نظر آئے

---

[105] الجوہرۃ النیرۃ باب الانجاس امدادیہ ملتان ۱/۴۲

المتجسد ای مالا یری بعد الجفاف جرم شاخص وان بقی اللون وھذا مافی الصغری والتتمۃ وشرح الطحاوی والذخیرۃ والمنبع والمراد بالمرئی فی مسألۃ التطھیر والحوض الکبیر ما یدرکہ البصر وان جف ولو بمجرد لونہ من دون جرم مرتفع فوق المصاب وبغیر المرئی مالایحس لہ بالبصر بعد الجفاف اوفی الماء عین ولا اثر وھذا مافی غایۃ البیان وغیرہا ،والدلیل علی ھذا التوزیع:

اور اس میں صرف رنگ نظر آنا کافی نہیں ہے، اور غیر مرئی سے مراد غیر متجسد ہے، یعنی خشک ہوجانے کے بعد اُس کا اُبھرا ہوا جرم نظر نہ آئے اگرچہ اس کا رنگ باقی ہو، یہ وہ ہے جو صغرٰی، تتمہ، شرح طحاوی، ذخیرہ اور منبع میں ہے، اور مسئلہ تطہیر، اور بڑے حوض میں مرئی سے مراد وہ ہے جو نظر میں آئے اگرچہ خشک ہوجائے، اگرچہ صرف رنگ نظر آئے جرم نظر نہ آئے، اور غیر مرئی سے مراد جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے یا پانی میں کوئی جرم ہو اور نشان نہ ہو یہ غایۃ البیان وغیرہ میں ہے اور اس توزیع کی دلیل یہ ہے: (ت)

اولا ماأستدلوا بہ علی احکام للفریقین کمالایخفی علی من طالع الکتب المعللۃ کالبدائع والھدایۃ والتبیین والکافی والفتح والغنیۃ والحلیۃ والبحر وغیرھا من ذلك قول الھدایۃ اذا اصاب الخف نجاسۃ لھا جرم فجفت فدلکہ جازلان الجلد لصلابتہ لاتتداخلہ اجزاء النجاسۃ الا قلیلا ثم یجتذبہ الجرم اذا جف فاذا زال زال ماقام بہ وان اصابہ بول لم یجز وکذا کل مالاجرم لہ کالخمر لان الاجزاء تتشرب فیہ ولا جاذب یجذبھا[106] اھ وفی الحلیۃ لانھا مجرد بلۃ فتدخل فی اجزاء الخف ولاجاذب لھا[107] اھ

اوّلاً: وہ جو انہوں نے استدلال کیا ہے مسائل کے فریقین کے احکام پر، جیسا کہ مخفی نہیں اس پر جس نے اُن کتب کا مطالعہ کیا ہے جو احکام کی علتیں بیان کرتی ہیں، جیسے بدائع، ہدایہ، تبیین، کافی، فتح، غنیہ، حلیہ اور بحر وغیرہ۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ اگر موزے کو کوئی جرم دار نجاست لگ جائے اور خشک ہوجائے تو وہ رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہے، کیونکہ کھال کی سختی کی وجہ سے اس میں نجاست کے اجزاء داخل نہیں ہوسکتے سوائے معمولی اجزاء کے اور جب موزہ خشک ہوگا تو اُن اجزاء کو جرم جذب کرلے گا اور جب وہ جرم زائل ہوگا تو جو اُس کے ساتھ ہوگا وہ بھی زائل ہوجائے گا اور اگر موزے پر پیشاب لگ جائے تو

[106] الہدایہ باب الانجاس مطبع عربیہ کراچی ۵۶/۱
[107] حلیہ

اھ وانت تعلم انه لااثر فی هذا للاثر بقی اولا بخلاف مسألة التطهیر فان المقصود فیها ازالة المصیب وذلك بالیقین فی المرئی وبغلبة الظن فی غیرہ لانه اذالم یحس لم یبق سبیل الی الیقین بزواله فاکتفی باکبر الرأی الملتحق فی الفقهیات بالیقین اما مایری له عین اواثرفنعلم زواله بزواله وبقاء ہ ببقاء ہ لان الاثر لایقوم الابالعین والعرض لاینتقل من عین الی عین قال فی البدائع انکانت النجاسة مرئیة کالدم ونحوہ فطهارته زوال عینها ولاعبرة فیه بالعددلان النجاسة فی العین فان زالت زالت وان بقیت بقیت ولو زالت العین مابقی الاثر فان کان ممایزول اثرہ لایحکم بطهارته مالم یزل الاثر لان الاثر لون عینه لالون الثوب فبقاؤہ یدل علی بقاء عینه وانکانت مما لایزول اثرہ لایضر بقاء اثرہ لان الحرج عـه مدفوع [108]اھ ملتقطاوبهذا یفترقان فی الحوض فغیر	جائز نہیں، اور اسی طرح ہر اس نجاست کا حال ہے جس کا جرم نہ ہو جیسے شراب، کیونکہ شراب کے اجزاء اس میں جذب ہوتے ہیں اور ان کا کوئی جاذب نہیں ہے اھ اور حلیہ میں ہے کیونکہ وہ محض تری ہے تو وہ موزے کے اجزاء میں داخل ہوگی اور اس کا کوئی جاذب نہیں اھ اور تم جانتے ہو کہ اس میں اثر کا کوئی دخل نہیں جو باقی رہا یا نہ رہا بخلاف مسئلہ تطہیر کے، کیونکہ وہاں مقصود لگی ہوئی چیز کا ازالہ ہے، اور یہ اُسی وقت ہوگا جبکہ مرئی میں ازالہ کا یقین ہو اور غیر مرئی میں غلبہ ظن ہو کیونکہ جب وہ محسوس نہ ہو تو اس کے زوال کا یقین کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں، تو ظنِ غالب پر اکتفاء کرلیا گیا، جس کو فقہی مسائل میں یقین کا قائم مقام سمجھا گیا ہے، اور وہ نجاستیں جن کا جرم یا اثر ہو تو اُن کے زوال کا حال اُن کے زوال سے معلوم ہوجاتا ہے اور اُس کی بقاء ان کے باقی رہنے سے معلوم ہوجاتی ہے کہ اثر تو عین سے قائم ہوتا ہے اور عرض ایک عین سے دوسرے عین کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے، بدائع میں فرمایا اگر نجاست مرئیہ ہو جیسے خون اور اسی کی مثل

عـه اقول استدل رحمه الله تعالٰی علی هذا باربعة اوجه هذااحسنهافاقتصرت علیه تبعا للهدایة ولوذکرت سائرالوجوہ بمالها وعلیها طال الکلام ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: اصب بدائع نے اس پر چار طرح سے دلیل قائم کی ہے میں نے ہدایہ کی اتباع میں صرف اس کو بیان کیا ہے اور اگر میں تمام وجوہ کو ہمہ پہلو ذکر کرتا تو بات طویل ہوجاتی ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[108] بدائع الصنائع شرائط التطهیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۸/۱

المرئیة عـه تنعدم والمرئیة تبقی ولاتؤثر حتی ان قلت مساحة الماء اثرت۔	تو اس کی طہارت اس کے عین کے زوال پر موقوف ہوگی، اور اس میں عدد کا اعتبار نہیں، کیونکہ نجاست عین میں ہے تو اگر وہ زائل ہوگا تو وہ زائل ہوگی اور وہ باقی رہے گا تو وہ باقی رہے گی، اور اگر عین زائل ہوگیا تو اثر باقی نہ رہیگا، اور اگر وہ اس قسم کا ہے کہ اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے تو اس کی طہارت کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جائے گا جب تک کہ اثر زائل نہ ہو کیونکہ اثر اس کے عین کا رنگ ہے نہ کہ کپڑے کا، تو اس کی بقاء اس کے عین کی بقاء پر دلالت کرتی ہے اور اگر وہ ایسا ہے کہ اس کا اثر زائل نہیں ہوتا تو اس کے اثر کا باقی رہنا مضر نہیں کیونکہ حرج مدفوع ہے اھ ملتقطا، تو اس طرح یہ دونوں حوض میں جُدا ہوجائیں گے تو غیر مرئیہ معدوم ہوجائے گی اور مرئیہ باقی رہے گی اور اثر انداز نہ ہوگی یہاں تک کہ جب پانی کی پیمائش کم ہوگی تو پھر اثر انداز ہوگی۔ (ت)
وثانیا: عد ملك العلماء الدم من المرئی کمارأیت اٰنفاوقدعده قبل هذا بورقتین من غیر ذوات الجرم فقال ان کان غیر مستجسدکالبول والدم والخمر ینزح ماء البئر کله [109] اھ وکذلك قول الهدایة مالاجرم له کالخمر ومعلوم ان الدم والخمر من ذوات اللون فعلم ان لاعبرة به فی مسألة الخف والبئر وکذا مسألة التقدیر لان اللون لااثر له فی الکثافة والرقة ولذا قال فی الخانیة فی غیرالمستجسدة کالبول والخمر والدم یعتبر القدر بسطا [110] اھ بخلاف مسألة التطهیر المشروط فیها زوال الاثر	اور **ثانیا** ملک العلماء نے خون کو مرئیہ میں سے شمار کیا ہے جیسے کہ آپ نے ابھی دیکھا، حالانکہ دو ورق پہلے انہوں نے اس کو غیر جرم والی نجاستوں میں شمار کیا تھا، فرمایا اگر وہ جرم دار نہ ہو جیسے پیشاب، خون اور شراب، تو کنویں کا سارا پانی نکالا جائے اھ اور ہدایہ کا قول بھی ایسے ہے کہ جس کا جرم نہ ہو جیسے شراب، اور یہ بات معلوم ہے کہ شراب اور خون رنگ والی چیزیں ہیں پس معلوم ہوا کہ موزہ اور کُنویں کے مسئلہ میں رنگ کا اعتبار نہیں ہے اسی طرح اس میں مقدار کا اعتبار نہیں کیونکہ رنگ میں کثافت اور رقت کا اثر نہیں ہوتا، اسی لئے خانیہ میں کہا کہ غیر جسم والی نجاستوں جیسے پیشاب، شراب اور خون میں پھیلاؤ

عـه کما حققناه فی الاصل السادس والعاشر من الجواب الخامس فی رسالتنارحب الساحة ۱۲ منه غفرله (م)

جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "رحب الساحة" میں پانچویں جواب کے تحت چھٹے اور دسویں قاعدہ میں اس کی تحقیق کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[109] بدائع الصنائع مقدار الذی یصیر المحل نجسا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۶/۱

[110] قاضی خان فصل فی النجاسۃ الخ نولکشور لکھنؤ ۱۰/۱

مالم یشق فلذا جعله ملك العلماء فیها من المرئی۔

وثالثًا: لك العلماء عبر فی مسائل الفریق الاخیر بالمستجسد وغیر المستجسد او المستجسد و المائع ثم قال فی الفریق الاول النجاسة المرئیة قط لاتزول بالمرة الواحدة فکذا غیر المرئیة ولافرق سوی ان ذلك یری بالحس وهذا یعلم بالعقل[111] اھ وهذا من اجلی نص علی ان المرئی بلونه من المرئی فی مسئلة التطهیر۔

و رابعًا: کذلك الامام تاج الشریعة عبر فی مسألة التقدیر بالکثیف والرقیق وفی مسألة الخف بذی جرم ومالاجرم له وقال فی مسألة التطهیر یطهر عمالم عــہ یرا اثره

کے اعتبار سے اندازہ ہوگا اھ بخلاف مسئلہ تطہیر کے کہ اس میں زوالِ اثر مشروط ہے جب تک کہ دشوار نہ ہو، اس لئے اس کو اس میں ملک العلماء نے مرئی قرار دیا ہے۔ (ت)

ثالثًا: آخری فریق کے مسائل میں ملک العلماء نے جسم والی اور غیر جسم والی، یا جسم والی اور مائع سے تعبیر کیا، پھر فرمایا کہ فریق اول میں نجاست مرئیہ کبھی ایک مرتبہ میں زائل نہیں ہوتی ہے تو اسی طرح غیر مرئیہ ہوگی اور کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ مرئیہ حِس سے نظر آتی ہے اور غیر مرئیہ عقل سے معلوم ہوتی ہے اھ اور یہ بڑی واضح نص ہے مسئلہ تطہیر میں رنگ والی مرئیہ میں سے ہے۔ (ت)

اور **چوتھا،** اسی طرح امام تاج الشریعۃ نے مقدار کے مسئلہ میں کثیف اور رقیق سے تعبیر فرمایا، اور موزے کے مسئلہ میں جرم دار یا غیر جرم دار سے تعبیر کیا، اور مسئلہ تطہیر میں فرمایا کہ جس نجاست کا اثر غیر مرئی ہو

عــہ ولکن اکرم بعقل الذی یری هذا التصریح المفیض* ثم یقوم یفسر النقیض بالنقیض* وهو العصری اللکنوی اذقال فی عمدة الرعایة وهی التی لاجرم لها ولاتحس بعد الجفاف سواء کان له لون ام لاکذا فی خزانة الفتاوی[112] اھ فسبحٰن الله یقول التاج لم یرا اثره وهذا یفسره بمایری اثره اولا ولاحول ولاقوة الابالله العلی العظیم ۱۲ منه غفرله (م)

لیکن آپ اس کی عقل کو داد دیں جس نے یہ تصریح دیکھ کر اس کی تفسیر اس کی نقیض کے ساتھ کردی اور یہ معاصر لکھنوی ہیں جنہوں نے عمدۃ الرعایۃ میں کہا کہ یہ وہ نجاست ہے جس کا جرم نہ ہو اور وہ خشک ہونے کے بعد محسوس بھی نہ ہو خواہ اس کا رنگ ہو یا نہ ہو خزانۃ المفتین میں ایسے ہے اھ پس سبحان اللہ تاج الشریعۃ تو یہ فرمائیں کہ "وہ جس کا اثر نظر نہ آئے" اور یہ صاحب اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ اس کا اثر دیکھا جائے یا نہ دیکھا جائے لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[111] بدائع الصنائع شرائط التطہیر سعید کمپنی کراچی ۸۸/۱

[112] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب الانجاس المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱۳۷/۱

بغسله ثلثا فابان ان مايرى اثره من المرئى ولا اقول كما قال فى (۱) الغنية تحت قوله ان لم تكن النجاسة مرئية اى ان لم يكن لهالون مخالف اللون الثوب[113] اھ فانه يحصر المرئى فى الرؤية باللون ويخرج مايرى له جرم شاخص فوق سطح المصاب مع موافقته له فى اللون على انه (۲) يرفع الامتياز بين المرئى وغيره فكل شيئ اصاب ما يخالفه فى اللون كان مرئيا واذا اصاب مايوافه فيه كان غير مرئى۔

وخامسا: اتفقت المتون والاقدمون على التعبير فى مسألتى الخف والتقدير بذى جرم وغير ذى جرم والكثيف والرقيق وفى مسألتى التطهير والحوض الكبير بالمرئى وغير المرئى لاشك ان المرئى لونه مرئى بل لامرئى منه الا اللون سواء كان كثيفا او رقيقا والذى لاجرم له شاخصا بعد الجفاف رقيق وليس اللون جرما فتبين ان اللون معتبر فى هذا الفريق دون الأخر ولومشت الشروح على التفسير فى الموضعين بماهو مؤدى نفس الالفاظ لم يقع الاشتباه لكنهم كمافسروا فى مسألة التطهير بما يرى بعد الجفاف ومالايرى

وہ تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوگی تو انہوں نے واضح کردیا کہ جس کا اثر نظر آئے وہ نجاست مرئیہ ہے، اور میں وہ نہیں کہتا جو غنیہ میں ان لم تکن النجاسۃ مرئیۃ کے تحت فرمایا، یعنی اگر اس کا رنگ کپڑے کے رنگ سے مختلف نہ ہو اھ، کیونکہ یہ مرئی کو رؤیۃ باللون میں منحصر کرتا ہے اور اس سے وہ خارج ہو جائے گا جس کا اُبھرا ہوا جرم نظر آتا ہو حالانکہ وہ رنگ میں کپڑے کے رنگ کے موافق ہوتا ہے علاوہ ازیں ان کا بیان مرئی اور غیر مرئی کے درمیان امتیاز کو ختم کردیتا ہے کیونکہ اس طرح ہر وہ چیز جو ایسی چیز کو لگ جائے جو اُس کے رنگ میں مخالف ہو تو وہ مرئی ہوگی اور جب وہ ایسی چیز کو لگی جو رنگ میں اس کے موافق ہو تو غیر مرئی ہوگی۔ (ت)

پانچواں، متون اور متقدمین علماء کا موزے اور مقدار کے مسئلہ میں جرم والی اور غیر جرم والی اور کثیف ورقیق کی تعبیر میں متفق ہیں اور تطہیر اور حوض کبیر کے مسائل میں مرئی اور غیر مرئی کی تعبیر میں اتفاق ہے اور کچھ نہیں کہ مرئی وہ ہے جس کا رنگ نظر آئے بلاالکہ مرئی کا رنگ ہی نظر آتا ہے خواہ کثیف ہو یا رقیق ہو اور وہ کہ جس کا جرم خشک ہو جانے کی بعد اُبھرا ہوا نظر نہ آئے وہ رقیق ہے، اور رنگ کوئی جرم نہیں تو ظاہر ہوگیا کہ رنگ معتبر ہے اس تطہیر اور حوض کے فریق میں نہ کہ دوسرے فریق میں، اور اگر شروح میں دونوں مقامات پر وہی تفسیر ہوتی جو نفسِ الفاظ سے مستفاد ہوتی ہے تو کوئی اشتباہ واقع نہ ہوتا لیکن انہوں نے تطہیر کے مسئلہ میں

---

113 غنیۃ المستملی الشرط الثانی الطہارۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۸۳

بعده کما مرعن غایة البیان وعنها فی البحر والشرنبلالیة والطحطاوی علی المراقی ومثله فی الدر وغیرہ کذلك فسروا بهما ذا الجرم وغیر ذی الجرم فی مسألة الخف کماتقدم فذهب الوهل الی ان المراد واحد فی الموضعین ولیس کذلك بل هو علی ظاهرہ فی مسألة التطهیر ومؤول برؤیة الجرم وعدمها فی الفریق الاٰخر فهذا هو التحقیق الانیق الذی لوحانت منهم التفاتة الیه (۱)**لما** فسرهماالعنایة وچلپی فی الفریق الاول بالمستجسدة وغیرها (۲)**ولا** نقل فیهاالقهستانی عبارة الصغری (۳)**ولا** البرجندی عبارة شرح الطحاوی (۴)**ولا** نصب الخلاف بینها وبین مافی بعض الشروح (۵) **ولا** جعل البحر وط معنی العبارتین واحدا ولا نقل فیها عبدالحلیم مانقل (۶)**ولا** اثبت الخلاف بین واردین غیر مورد واحد (۷)**ولا** جعل المنصور ههنا الاول (۸)**ولا** صرف الحلیة کلام الغایة الی غیر المحمل اماکون بعض الابوال قدیری له لون فلایقدح فی المثال ولایحصر فیه مراد المقال (۹)**ولا** اضطرب کلام الشامی فیه فجزم فی مسألة التقدیر بحمل المرئی علی مرئی الجرم ثم انکرہ (۱۰)**ولا** احتاج الی ترجیح مافی الغایة علی مالایخالفه اصلا (۱۱) **ولا** تمسك بالتوفیق فان کلام الهدایة فی مسئلة الخف

اس طرح تفسیر کی ہے کہ وہ جو خشک ہوجانے کے بعد نظر آئے اور وہ جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسا کہ غایۃ البیان سے گزرا، اور اسی سے بحر، شرنبلالیہ، طحطاوی علی مراقی الفلاح اور اسی کی مثل دُر وغیرہ میں ہے، اسی طرح انہوں نے موزے کے مسئلہ میں دونوں کی تفسیر جرم دار اور غیر جرم دار سے کی جیسا کہ گزرا تو معاً ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ دونوں جگہ مراد واحد ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ تطہیر میں ظاہر ہے اور جرم کے دیکھنے نہ دیکھنے کے ساتھ فریق آخر میں یہ موؤل ہے تو یہی تحقیق انیق ہے اگر ان کی توجہ اس طرف ہوجاتی تو عنایہ اور چلپی فریق اول میں جسم والی اور غیر جسم والی سے مرئی اور غیر مرئی کی تفسیر نہ کرتے اور نہ قہستانی اس میں صغرٰی کی عبارت نقل کرتے اور نہ برجندی طحاوی کی شرح کی عبارت نقل کرتے، اور نہ وہ اس میں اور بعض شروح کی عبارات میں خلاف قائم کرتے اور نہ بحر اور ط دونوں عبارتوں کا ایک معنی بتاتے اور نہ اس بارے میں عبدالحلیم وہ نقل کرتے جو انہوں نے نقل کیا، اور نہ وہ دونوں مواقع کا خلاف متعدد جگہ ثابت کرتے اور نہ وہ یہاں پہلے کو مضبوط قرار دیتے، اور نہ حلیہ، غایۃ کے کلام کو غیر محمل پر پھیرتے تاہم بعض پیشاب رنگ والے نظر آتے ہیں اس کو مثال کے طور پر ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور وہ کلام کی مراد کو اس میں منحصر نہ کرتے، اور نہ شامی کا کلام اس میں مضطرب ہوتا کہ مقدار کے بیان میں انہوں نے مرئی کو مرئی الجرم قرار دے کر پھر انہوں نے انکار کردیا، اور نہ وہ غایۃ کے بیان کردہ کو بلاوجہ ترجیح دیتے ایسی چیز پر جو بالکل مخالف نہ تھی اور

قال اذا اصاب الخف نجاسة لها جرم کالروث والدم والمنی [114] الخ وکذا کلام الخانیة فی مسألة التقدیر کما تقدم اٰنفا وھما من الفریق عـہ الاٰخر فکون الدم الرقیق من غیر المرئی فیه لاینافی کونه مرئیا فی مسئلة التطھیر (۱)ولا اورد السیدان علی کلام مسکین عبارة الصغری (۲)ولا فسر الجوھرة فی مسألة الخف الجرم باللون واین الجرم واین اللون واین العین واین الاثر فانما نشأکل ذلك من عدم الفرق بین المقامین وھذہ زلة فاشیة لم ارمن تنبه لھاو نبه علیھاواللہ الموفق لارب سواہ* وصلی اللہ تعالٰی علی مصطفاہ* واٰله وصحبه ومن والاہ*

نہ وہ عبارتوں کی توفیق کو دلیل بناتے کیونکہ خُف کے مسئلہ میں جہاں ہدایہ نے کہا، جب موزے کو ایسی نجاست لگ جائے جس کا جرم ہوتا ہے جیسے گوبر، خون اور منی الخ اسی طرح مقدار کے مسئلہ میں خانیہ کا کلام جو ابھی گزرا، یہ دونوں کلام دوسرے فریق کے بارے میں ہیں پس رقیق خون کا خُف کے مسئلہ میں غیر مرئی ہونا تطہیر کے مسئلہ میں مرئی ہونے کے مخالف نہیں، اور نہ دونوں رہنما، علامہ مسکین کے کلام پر صغری کی عبارت سے اعتراض کرتے اور نہ جوہرۃ موزے کے مسئلہ میں جرم کی تفسیر رنگ سے کرتے، کہاں رنگ اور کہاں جرم، کہاں رنگ اور کہاں عین اور کہاں اثر، مذکورہ تمام امور اس لئے پیدا ہوئے کہ دونوں مقاموں (فریقوں) میں فرق نہ کیا گیا، اور یہ بہت واضح بے احتیاطی ہے اس بے احتیاطی کی توجہ کرنے والا یا توجہ دلانے والا مجھے کوئی نظر نہیں آیا واللہ الموفق ولارب سواہ وصلی اللہ تعالٰی مصطفاہ وآلہٖ وصحبہ ومن والاہ۔ (ت)

[114] الہدایۃ باب الانجاس مطبع عربیہ کراچی ۱/۵۶